سلسلۂ رسائلِ علمائے چریاکوٹ
5
اثباتِ شفاعت
اور
انبیا کی عصمت
(آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں)
از
ترتیب و تقدیم
محمد افروز قادری چریاکوٹی
نعمانی بک ڈپو

سلسلۂ رسائلِ علماے چریاکوٹ ۵

مسئلہ شفاعت اور عصمتِ انبیا کی نقلی و عقلی توضیح و تنقیح پر مشتمل ایک پُر مغز رِسالہ

اِثباتِ شفاعت اور اَنبیا کی عصمت

آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

-: از :-

ابوالجلال مولانا محمد اعظم چریاکوٹی + ابوالجمال مولانا اَحمد مکرم چریاکوٹی

-: ترتیب و تقدیم :-

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

بِأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰہُ عَلَیکَ أیُّھَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : اِثباتُ الشفاعۃ (اِثباتِ شفاعت اور اَنبیا کی عصمت)

موضوع : اِصلاحِ فکر و اِعتقاد

تالیف : ابو الجمال علامہ اَحمد مکرم عباسی چریاکوٹی
ابن سید العلماء اَبو الجلال علامہ محمد اعظم چریاکوٹی

تسہیل و تحقیق : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی -عفی عنہ-

afrozqadri@gmail.com

غایت : تحفظ و ترویج اَثاثۂ علماے اہل سنت و جماعت

تصحیح و نظر ثانی : علامہ مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری چریاکوٹی

حروف چیں : فہمی چریاکوٹی

صفحات : اَسّی (80)

اشاعت : ۲۰۱۷ء - ۱۴۳۸ھ

قیمت : روپے

تقسیم کار : اِدارہ فروغِ اسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّکَ أنْتَ السَّمِیْعُ العَلِیْمُ o

فہرست مضامین

میری باتیں

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت اور فضائل ومحامد کا تذکرہ ہر صاحب ایمان کے قلب وروح کو مسرت وشادمانی سے سرشار کردیتا ہے، اور نسبتِ رسول کو مستحکم کرکے محبت واِطاعت رسول کا جذبہ بیدار کردیتا ہے؛ لیکن جو مسلمان اِس کیفیت سے محروم ہو، آپ کے فضائل وکمالات اور عظمتِ شان کے اِظہار سے اِنقباض محسوس کرتا ہو، اُسے اپنے دعواے محبت کا اَزسرنو جائزہ لے کر اپنے اِیمان کی فکر کرنی چاہیے۔

علامہ زرقانی علیہ الرحمہ (م۱۱۲۲ھ) شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: 'اہل محبت کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے محبوب کا بکثرت ذکر کرتے ہیں، نہ تو وہ اُسے ترک کرنا پسند کرتے ہیں، اور نہ ہی اس سے اکتاتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے محبت کرنے والا آپ کے ذکرِ مبارک سے لذت وحلاوت اور روحانی کیف محسوس کرتا ہے'۔

مستشرقین اور آقایانِ مغرب کے اِشارۂ اَبرو پر سطحی علم کے حامل، تنگ نظر اور کم فہم مبلغین نے گزشتہ کوئی دوصدیوں سے مسلمانوں کو ایک کرب آثار اَلمیے سے دوچار کر رکھا ہے۔ وہ عقائد جو قرنِ اَوّل سے متَّفق علیہ تھے اور وہ معمولات جن پر چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا تعامل چلا آرہا تھا، انھیں محل نزاع بنا کر انھوں نے اہل اسلام کو فکر وعمل کے اِنتشار اور بکھراو میں مبتلا کر دیا ہے۔ ان کی سب سے پُر خطر اور غارت گرِ ایمان کوشش یہی رہی ہے کہ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو کم سے کم کرکے بیان کیا جائے۔ حضور تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات وخصائص کی روایات پر جرح وتنقید کرنا، یا اُن پر پردہ ڈالنا شاید اُن کے نزدیک 'توحید پرستی' کے لوازمات میں سے ہے۔

مسئلہ شفاعت جمہور مسلمانوں کا وہ متفقہ عقیدہ ہے جو متعدد قرآنی آیات، متواتر

اَحادیث اور اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔اس پر ایمان رکھنا ضروریاتِ دین میں شامل ہے۔شفاعت کا مطلقاً اِنکار صریح کفر ہے۔

شفاعت کا منکر مسلماتِ دینی کا منکر ہے اور اس کے اِنکار کو اس کی اَزلی شقاوت و بدبختی اور حرماں نصیبی پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے؛ لیکن ایک صدی قبل اہلسنّت کے دیگر مسائل کی طرح مسئلہ شفاعت کو بھی دائرۂ تشکیک میں لا کھڑا کیا گیا؛ حالاں کہ قرآنِ کریم میں جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ بتوں اور کافروں کی شفاعت ہے؛ لہٰذا جو آیتیں بتوں اور کافروں کے حق میں نازل ہوئیں اَنبیا و اَولیا کو اُن کا مصداق ٹھہرانا، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو حکم کافروں اور بتوں پر صادر فرمایا ہے وہ اُس کے محبوبوں اور مقربین پر لگانا، اور یہ کہہ دینا کہ اُس دن کوئی کسی کا وکیل وسفارشی نہیں ہوگا قرآن وحدیث کی صریح مخالفت بلکہ خدا ورسول پر بہتان اُٹھانے اور نئی شریعت گھڑنے کے مترادف ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بروزِ محشر شفیع المذنبینی اپنی جگہ، اہل علم کے درمیان یہ طے شدہ ہے کہ قیامت کے دن جملہ انبیا و صالحین اپنے اپنے مرتبے کے مطابق شفاعت فرمائیں، جب کہ 'شفاعت کبریٰ' کے مقامِ رفیع پر صرف اور صرف ہمارے پیارے آقا، رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز ہوں گے، جس کو قرآن حکیم نے 'مقامِ محمود' سے تعبیر کیا ہے۔

شفاعت دراصل گناہ گاروں اور خطا کاروں کی بخشش ومغفرت کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت مرحومہ پر ایک انعامِ عظیم ہے۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں بھی شفاعت فرمائی۔صحابہ کرام کو جنت کی ضمانت دی، بخشش ومغفرت کا مژدہ سنایا۔صحاحِ ستہ اور دیگر معروف کتب احادیث میں درج ہے کہ انبیاے کرام میدانِ محشر میں اپنی اُمتوں کے ہمراہ بارگاہِ محمدی میں جمع ہو کر جلد حساب وکتاب کے آغاز کے لیے آپ کو بارگاہِ رب العزت میں اپنا شفیع بنائیں گے، جس پر سرکار ﷺ بارگاہِ صمدیت میں شفاعت فرمائیں گے اور رب تعالیٰ حساب وکتاب جلدی شروع فرما دے گا، یوں اس دن کی سختی سے انسانیت نجات پائے گی۔

احادیث طیبہ میں اس کی صراحت بھی موجود ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے آپ ہی شافع محشر کی حیثیت سے شفاعت فرمائیں گے۔آپ کی شفاعت سے ہراُس بندے کو فائدہ پہنچے گا جو اس دنیا میں اس پر ایمان رکھتا ہو، حتیٰ کہ ایک اَدنیٰ درجے کا مومن بھی شفاعت مصطفیٰ کے طفیل عذابِ جہنم سے رہائی پاکر مستحق جنت ٹھہرے گا، جنت کا دروازہ بھی آپ کے لیے سب سے پہلے کھلے گا، آپ اس روز شفاعت فرماتے رہیں گے حتیٰ کہ داروغہ جہنم پکاراُٹھے گا: اے محمد! آپ نے تو اپنے رب کے غضب کے لیے کچھ چھوڑا ہی نہیں!۔

قرآنِ کریم کی آیتوں کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ اس میں جابجا بتوں اور کافروں کی شفاعت کے اِنکار کے ساتھ مومنین ومحبّین کی شفاعت کا اِثبات کیا گیا ہے، اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کا اِستثنا فرمایا گیا ہے؛ مگر اس کے باوجود کچھ لوگ اپنی کور باطنی کے باعث اَڑے ہوئے ہیں، اور انھیں حضور پرنور شافع یوم النُّشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفیع المذنبینی کا ثبوت محض آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں درکار ہے۔

خواجہ کونین' وسیلہ دارین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ شفیع المذنبینی کے حوالے سے اَب تک بہت کچھ لکھا جاچکا، مسلسل لکھا جارہا ہےاور بہ تقاضاے'وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ' صبح قیامت تک لکھا جاتا رہے گا۔علماے متقدمین ومتاخرین نے تو اس موضوع پر محدثانہ تحقیقات کی نہریں بہادیں، اور مسئلہ شفاعت کو آفتاب نیم روز کی طرح روشن کردیا ہے؛ تاہم اِس خصوص میں زیرِنظر کتاب اِس لیے اِمتیاز واِختصاص کی حامل ہے کہ اہل صلیب کے مطالبے کے مطابق اِس کا خمیر محض آیاتِ قرآنیہ پر اُٹھایا گیا ہے۔

علماے چریاکوٹ ہمیشہ سے اِیمان سوز فکروعمل کے خلاف جہد مسلسل میں مصروف رہے ہیں؛ زیرِنظر کتاب 'اِثبات الشفاعہ' ان کی اسی سعی مشکور کا مظہر ہے۔جس میں محض آیاتِ قرآنیہ پر مبنی میدانِ محشر کی ہولناکیوں میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفاعت بخش اور فرحت اَفزا جھونکوں کی دھنک موجود ہے۔احکم الحاکمین کے دربار میں آپ کی قدرو منزلت، اور مرتبہ شفاعت کا ایمان افروز مدلل تذکرہ ہے۔

ماضی کی محدثانہ کاوشوں سے ہٹ کر ایک منفرد اور معقولانہ انداز میں قریباً بیس آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں پدر و پسر (علامہ ابوالجلال محمد اعظم چریاکوٹی اور ابوالجمال مولانا احمد مکرم چریاکوٹی) نے مل کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ شفاعت اور ردائے عصمت کو اِتنا بے غبار کر دیا ہے کہ منکرین کو مجالِ دم زدن نہیں اور بخار آگیں طبیعتیں بھی اس کے سامنے آمَنَّا صَدَّقْنَا کہے بغیر نہیں رہ سکتیں!۔ اور پھر مصنف علام نے اتنے اچھوتے انداز میں اُن آیاتِ مقدسہ سے شفاعت مصطفوی کو ثابت کرنے کی سعی مشکور کی ہے جن کی طرف عموماً اہل علم کی توجہ نہیں ہوئی، اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کتاب اپنے موضوع پر اکلوتی قرار دی جاسکتی ہے!۔

یہاں پر میں قارئین کی توجہ ایک اہم عنوان کی طرف مبذول کرانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ عصمت انبیا چوں کہ ایک بڑا ہی نازک مسئلہ ہے، اس لیے اس مسئلے کی تحقیق پر بھرپور سنجیدگی درکار ہے۔ ذرا سی بے توجہی اور معمولی سی چوک ہمیں بڑے خسارے سے دوچار کرسکتی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ قرآن کریم کی چند آیات ایسی ہیں کہ جن کے ترجمے میں بعض مترجمین نے وہ حزم واِحتیاط ملحوظ نہیں رکھیں، جو اُن آیتوں کا حق تھا، نتیجے میں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی، اور عصمت انبیا بھی مجروح ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

انھیں آیات میں سے ایک سورۂ فتح کی اِبتدائی آیت بھی ہے، جس کے ترجمے میں بڑی بے احتیاطی برتی گئی، اور اس کا کوئی جواز اور تاویل بھی پیش نہیں کی گئی؛ تاہم اس خصوص میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے محتاط متقدمین مفسرین کے تتبع میں اس کا جو ترجمہ پیش کیا وہ منشاے قرآنی کی جان بھی ہے اور پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان بھی، فرماتے ہیں :

> ’بے شک ہم نے تمھارے لیے روشن فتح فرمادی، تاکہ اللہ تمھارے سبب سے گناہ بخشے تمھارے اگلوں کے اور تمھارے پچھلوں کے‘۔ (سورۂ فتح: ۴۸/۱تا۲)

جب کہ بہت سے مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ’تاکہ اللہ آپ کے اگلے

اور پچھلے گناہ معاف فرما دے‘۔ مرتب موصوف علامہ احمد مکرم عباسی چریاکوٹی نے بھی وہی مشہور ترجمہ لیا ہے؛ مگر ایسا لگتا ہے کہ اس ترجمے کو لینے کا باعث یہ ہے کہ علامہ موصوف اس پر ہونے والے اِیرادات کا تشفی بخش جواب دے سکیں، اور واقعتاً اس آیت کے تحت مولف موصوف نے جو علمی موشگافی پیش کی ہے اور اپنے منطقی استدلال سے جس طرح اپنا قضیہ ثابت کر دکھایا ہے وہ انھیں کا حصہ اور بڑے خاصے کی چیز ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس کتاب میں اہل علم کے لیے دلچسپی کے بہت سے عنوانات ہیں، نیز علامہ موصوف کی طبع وقاد نے جابجا جو علمی جواہر پارے رولے ہیں، اور عقلی ونقلی دلائل کی نہریں بہائی ہیں، اُمید ہے اہل علم وکمال ان سے خاصے محظوظ ہوں گے۔ کتاب کی بے پایاں اِفادیت واِنفرادیت کے پیش نظر اَب اسے مرحلہ طباعت سے گزارا جارہا ہے۔

یہ مخطوطہ کافی خستہ اور کرم خوردہ تھا، جابجا سیاق وسباق ملانے کے لیے اِضافی کلمات کی ضرورت پیش آئی، جسے حسب توفیق الٰہی ہم نے مکمل کردیا۔ علاوہ بریں کتاب چوں کہ بلا فہرست تھی تو اس کی ایک تفصیلی فہرست بھی مرتب کردی ہے، جس سے قارئین کے لیے کتاب سے اِستفادہ کافی آسان ہوجائے گا۔ اُمید ہے کہ یہ کاوش بہ نگاہِ تحسین دیکھی جائے گی، اور اس کے مطالعے سے اہل محبت کے قلب ونظر روشن ہوں گے۔

کتاب کا پس منظر وپیش منظر کیا ہے، اور کن حالات نے اسے معرض تحریر میں لانے پر مجبور کیا تھا، یہ ساری باتیں ابوالجمال علامہ احمد مکرم چریاکوٹی نے اپنے ’پیش لفظ‘ میں تفصیل سے ذکر کردی ہیں؛ اس لیے اُن کا اِعادہ بے سود ہے۔ خدا کرے یہ کاوش مولفین ومرتب سب کے لیے ذریعہ اِزدیادِ حسنات، باعث نزولِ رحمات وبرکات، اور سبب حصول شفاعت سید کائنات ﷺ بنے۔ آمین یارب العالمین — اللہ بس باقی ہوس۔

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

۹؍شوالِ مکرم، ۱۴۳۸ھ...... دَلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ اَفریقہ

پس منظر و پیش منظر

الحمد لله الذي يحب المتطهرين و يتوب على التائبين و السلام والتحيات على رسوله محمد سيد المبشرين و شفيع المذنبين و على آله الطاهرين و أهل بيته الطيبين و على أصحابه المتقين الصابرين لا سيما المهاجرين المحبين ، أما بعد !

بندۂ آسی ناسی ابوالجمال احمد مکرم-ابن سید العلماء مولوی ابوالجلال محمد اعظم ابن نجم العلماء مولوی ابوالفیض نجم الدین ابن شمس العلماء علامہ احمد علی عباسی چریاکوٹی رحمھم اللّٰہ ربُّ الأناسی -عرض پرداز ہے کہ ۱۳۱۱ھ میں ایک فاضل بشپ پلوری حیدرآباد دکن میں وارد ہوا۔ایک روز اہل علم کی مجلس میں اس نے مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ (اگر تم شفاعت محمدی کے قائل ہو تو) قرآن مجید سے پیغمبر اِسلام کا شفیع المذنبین ہونا ثابت کردو.....۔

اُس وقت بعض اہل علم تو خاموش رہے، بعض نے کچھ مختصر سا جواب دیا؛ لیکن میرے والد ماجد مرحوم حضرت مولانا محمد اعظم -رحمہ اللہ الاکرم- نے اسی روز دو گھنٹوں کے اندر ایک مضمون مرتب کیا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیع المذنبین ہونے پر چار روشن ثبوت قرآنِ مجید سے پیش کیے اور یہ ایسے مکمل تشفی بخش براہین تھے کہ بشپ پادری صاحب نے چارو ناچار سراہتے ہوئے سر تسلیم خم کردیا۔

میں دس برس کی عمر سے روزانہ ایک پارہ قرآن مجید تلاوت کرنے کا عادی ہوں۔ ایک روز تلاوت کرتے وقت سورۂ توبہ کی آیت: اِنَّ صَلَاتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ o نظر سے گزری تو میں چونک سا پڑا؛ کیوں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیع المذنبین ہونے کی صاف دلیل ہے۔

اس کے بعد میں نے بایں خیال قرآن مجید کی تلاوت شروع کی کہ قرآن میں جتنی آیتیں شفاعت کے متعلق مل سکیں سب کو یکجا کردوں۔ اور الحمد للہ کہ مجھ کو اپنے اس مقصد میں اُمید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ ایک طرف آخر ماہ میں قرآن مجید ختم ہوا، تو دوسری طرف ثبوتِ شفاعت کے بیس سے زائد دلائل فراہم ہوگئے۔

حضرت والد ماجد کا مختصر مگر 'قَلَّ وَ دَلَّ' مضمون میرے لیے رہنمائے کامل تھا؛ اس لیے اس میں کسی قسم کا تغیر و ترمیم میں نے مناسب نہیں سمجھا بلکہ حضرت ممدوح کے مضمون کے ساتھ اپنے مضمون کو شریک کر کے ایک مکمل رسالہ مرتب کرلیا، تاکہ کامل کے ساتھ مل کر ناقص کی بے قدری کچھ کم ہوجائے۔

حضرت والد ماجد - رحمہ اللہ تعالیٰ - نے اَصل مضمون شروع کرنے سے پہلے چار مقدمات بطورِ تمہید یا مسلّمات کے قائم کیے ہیں، اُن کو اسی طرح قائم رکھ کر میں نے چند اور مقدمات کا اِضافہ کیا ہے۔ ناظرین اِن مقدمات کو اگر ذہن و حافظہ میں محفوظ رکھیں گے تو براہینِ شفاعت سے پورا لطف حاصل ہوگا۔

فنسئل اللّٰه التوفيق

و أن يهدينا إلى سواء الطريق

و هو خير رفيق .

پہلا مقدمہ

الشفـاعة هي السؤال في التجاوز عن الذنوب من الذي وقع الجناية عنه ، الاستغفار طلب المغفرة .

یعنی جس سے گناہ واقع ہوا ہے اس کے گناہ سے درگزر کرنے کے لیے سوال کرنا شفاعت ہے۔'استغفار' گناہ کی بخشش چاہنا ہے۔

اِستغفار اور شفاعت دونوں کا ثمرہ ایک ہی ہے یعنی گناہِ عاصی کی بخشش۔فرق صرف باعتبار لفظ کے ہے، یعنی جب کسی کی شفاعت اور استغفار مقبول ہو جائے تو دونوں صورت میں نتیجہ یہ ہوگا کہ اس شخص کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

دوسرا مقدمہ

ہر مقصود کے بیان کرنے کے لیے مختلف طریقے ہیں۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ کسی خاص ہی لفظ میں مقصود کا اِظہار کیا جائے۔ اگر کسی شے کے لیے کوئی خاص لفظ موضوع ہو اور وہی مقصود دوسرے الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ جو مقصود اس موضوع لفظ سے اَدا ہو سکتا تھا وہ اس دوسری عبارت سے اَدا ہو گیا۔ مثلاً سمندر کا سفر مستحسن نہیں ہے، یا سمندر کے سفر میں فلاں فلاں خرابیاں ہیں۔ (مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔مکرم ۱۲)

تیسرا مقدمہ

اَہل اِسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اُن کی اُمت کے لیے ذریعہ نجات وفلاحِ اَبدی ہے۔ اور جو حضور ﷺ کی پیروی کرے گا گو وہ عاصی ہو، آپ اس کو نجات دلائیں گے یا اس کی نجات ہو جائے گی؛ اور جب حضور ﷺ کی پیروی کی وجہ سے عاصی کی نجات ہو جائے تو ثمرۂ شفاعت حاصل ہو جائے گا۔

چوتھا مقدمہ

قرآن شریف میں تمام اَحکام مفصلاً مذکور نہیں ہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ کتابِ آسمانی میں تمام اَحکام جزئی وکلی بیان کر دیے جائیں؛ اس لیے کہ رسول ﷺ کی ذات خود ذریعہ ہدایت ہے،تو رسول ﷺ کا کہنا کافی ہے :

وَ مَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ o (سورۂ نجم:۵۳/۳تا۴)

اور وہ (نبی) اپنی خواہش سے باتیں نہیں بناتے (بلکہ) یہ وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔

چنانچہ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں جملہ احکام اُمت مفصلاً مذکور ہوں؛ پس قرآن مجید میں اگر حضور ﷺ کی شفاعت کا ذکر نہ بھی ہو تو اس کا عدم ثبوت لازم نہ آئے گا؛ کیوں کہ حضور ﷺ کی اَحادیث موجود ہیں اور اُن سے ثبوتِ شفاعت حاصل ہے۔

اہل اِسلام کے یہاں جس اُصول پر اَحادیث مدوّن ہیں وہ انجیل شریف کے اُن اَجزا سے بدرجہا قوی ہیں جن میں حواریوں کے اَقوال ہیں؛ اس لیے کہ اہل اسلام کے یہاں حدیث کا اعتبار سلسلہ روایت پر مبنی ہے اور اقوال حواریین بلا اِسناد ہیں؛ لیکن چوں

کہ سائل نے حضور ﷺ کی شفاعت کا ثبوت قرآن مجید سے طلب کیا ہے؛ اس لیے ہم اس مقصود کو قرآن مجید ہی سے ثابت کرتے ہیں۔(۱)

پانچواں مقدمہ

فرشتے اِنسان کی شفاعت کریں گے

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تین مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ پہلی آیت سورۃ الانبیاء میں ہے، جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى o
(سورۂ انبیاء:۲۱/۲۶ تا ۲۸)

(فرشتے) اللہ کے معزز بندے ہیں اس کے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے، اور وہ اس کے حکم پر چلتے ہیں، ان کا اگلا پچھلا (سب) حال اس کو معلوم ہے، اور یہ فرشتے سفارش نہیں کر سکتے؛ مگر جن کے حق میں خدا پسند فرمائے۔

دوسری آیت سورۃ المؤمنون میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

الَّذِيْنَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا o (سورۂ غافر:۴۰/۷)

جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس کے گرداگرد ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے لیے بخشش کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

---

(۱) یہاں حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے چاروں مقدمات ختم ہوگئے اور اب اس ہیچمداں (احمد مکرم چریاکوٹی) کے مقدماتِ تمہیدی شروع ہوتے ہیں۔۱۲ مکرم۔

تیسری آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالْـمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ ۝

(سورۂ شوریٰ: ۵/۴۲)

اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور زمین والوں کے لیے بخشایش کی دعا مانگتے ہیں۔

پہلی آیت میں اِرشاد فرمایا کہ فرشتے ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کے حق میں سفارش کرنا خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ تیسری آیت میں بالکل عام بات فرمائی کہ فرشتے زمین والوں کے لیے بخشش چاہیں گے؛ جس میں کفار و مشرکین سب آ گئے؛ حالاں کہ سورۃ التوبہ میں مشرکین کے لیے اِستغفار کی ممانعت فرمائی گئی ہے :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ ۝ (سورۂ توبہ: ۱۱۳/۹)

پیغمبر اور مسلمانوں کو زیبا نہیں ہے کہ مشرکین کی مغفرت کے لیے دعا مانگیں۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اس مضمون کو خود صاف کر دیا کہ فرشتے ایمان داروں کی شفاعت کریں گے۔

چھٹواں مقدمہ

پیغمبر اعظم ﷺ معصوم ہیں

انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معصوم ہونا عموماً اور حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گناہوں سے پاک و معصوم ہونا خصوصاً عقلی و نقلی دونوں دلیلوں سے ثابت ہے۔

(۱)

ناصح جن اُمور سے دوسروں کو روکتا اور جن اُمور کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اگر خود اُن پر کاربند نہ ہو تو اس کے وعظ و نصیحت کا کوئی مفید اَثر نہیں پڑتا بلکہ ایسا ناصح اور زیادہ مطعون و ملام ہو جاتا ہے۔ اور جب عام واعظین کا یہ حال ہو تو انبیا علیہم السلام جو اسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث ہوتے ہیں، ان کی نسبت یہ خیال کیوں کر کیا جاسکتا ہے کہ اپنی اُمت کو تو برائیوں سے بچنے کی ہدایت کریں اور خود برائیوں میں پھنسے رہیں!۔

(۲)

اگر انبیا کو گناہوں سے معصوم نہ مانا جائے تو شریعت سے اَمان اُٹھ جائے گا اور کوئی آسمانی شریعت قابل اِعتبار نہ رہے گی!۔

(۳)

اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فسق و فجور کا صدور جائز تسلیم کیا جائے تو ایسی حالت میں اُمت آپ کی اِقتدا پر مامور ہے یا نہیں؟۔

دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلی صورت اس لیے کہ فاسق کی اِقتدا مامور بہٖ نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے۔ جس کے متعلق خود قرآن مجید میں متعدد مقامات پر صراحت کر دی گئی ہے۔

سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَلَا تُـطِـعِ الْـمُـكَـذِّبِيْـنَ، وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ، وَلَا تُطِعْ كُلَّ

حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ ، مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ أَثِیْمٍ o (سورۂ قلم:۶۸/۸تا۱۲)

تو تم جھوٹے لوگوں کی اِطاعت نہ کرو، وہ تو چاہتے ہیں کہ (دین کے معاملے میں) تم نرمی اختیار کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے، اور تم کسی ایسے شخص کا کہا نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا، آبرو باختہ، آوازے کسنے والا، چغلی کھانے والا، اچھے کاموں سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، گنہ گار ہے۔

سورۃ الکہف میں فرماتا ہے :

وَ لاَ تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِکْرِنَا o (سورۂ کہف:۱۸/۲۸)

اور جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اُس کا کہا نہ ماننا۔

دوسری صورت بھی باطل ہے؛ کیوں کہ قرآنِ مجید میں نہایت واضح طور پر صراحت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی اِطاعت و اِتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ o (سورۂ آل عمران:۳/۱۳۲)

اطاعت کرو اللہ اور رسول کی؛ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

سورۃ النساء میں فرمایا :

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ o (سورۂ نساء:۴/۵۹)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

پھر اسی سورت میں صراحت فرمائی :

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ o (سورۂ نساء:۴/۸۰)

جو رسول کی اِطاعت کرے گا تو بلاشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جب اِقتدا اور عدمِ اقتدا دونوں باطل ٹھہرے تو ثابت ہوا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گناہ کا صادر ہونا محال ہے۔

(۴)

قرآن مجید میں اِبلیس کے قول کی اللہ تعالیٰ نے حکایت کی ہے :

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ o

(سورۂ ص: ۳۸/۸۲تا۸۳)

تیری عزت کی قسم کہ ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں ان کو چھوڑ کر ان سب کو گمراہ کر کے رہوں گا۔

قرآن مجید کی سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبادِ مخلصین سے فرمایا گیا ہے :

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ o (سورۂ یوسف: ۱۲/۲۴)

بلاشبہ یوسف ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ انبیا' اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں اور اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان کا کچھ دسترس نہیں ؛ پس انبیا پر شیطان کا کوئی دسترس نہیں ہے۔اور گناہوں سے معصوم ہونے کے یہی معنی ہیں کہ ان پر شیطان کا کچھ دسترس نہیں !۔

اِن دلیلوں سے عموماً انبیا کا معصوم ہونا ثابت ہو گیا تو اب ہم خاص اپنے رسول اَمین سید الرسل خاتم النبیّین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت پر قرآن مجید سے واضح دلائل پیش کرتے ہیں۔

(۵)

سورۂ یٰسین میں ہے :

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o (سورۂ یٰس:۳۶/۳ تا ۴)

(اے محمد!) کچھ شک نہیں کہ تم پیغمبروں میں سے ہو (اور) سیدھے رستے پر۔

(۶)

دوسری آیت سورۃ الفتح میں ہے، جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً ، لِیَغْفِرَ لَکَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً o (سورۂ فتح:۴۸/۱،۲)

(اے پیغمبر ﷺ!) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کرادی؛ تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تم کو سیدھا رستہ دکھادے۔

صراطِ مستقیم وہی سیدھی راہ ہے جس میں کجی نہیں تو رسول ﷺ کا سیدھے راستہ پر ہونا اور اس کی اگلی پچھلی لغزشوں کا پہلے معاف ہوجانا اس کے معصوم ہونے کی صریح دلیل ہے۔

فتح مبین سے کون سی فتح مراد ہے؟۔ فتح مغفرت کا سبب کیوں کر ہوسکتی ہے؟۔ اِتمام نعمت سے کیا مراد ہے؟۔

اِن سوالوں پر تفصیلی بحث ہم نے اپنی مشہور کتاب 'حکمت بالغہ' مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ جلد اوّل صفحہ ۵۲۹ تا ۵۳۶ میں کی ہے۔ یہ کتاب ان مباحث کے

لیے موزوں نہیں ہے؛ البتہ ایک اعتراض ہمارے اس موضوعِ کتاب سے متعلق ہے جس کا جواب اسی موقع پر دینا ضروری ہے۔

معترض کہتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہوں کا معاف ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کم سے کم آپ اس وقت تک گناہوں سے معصوم و مصئون نہیں تھے!۔

پہلا جواب

آیت میں صاف خطاب اگرچہ خود پیغمبر سے ہے؛ لیکن مراد اُمت محمد یہ ہے۔ گویا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ ہم نے کھلم کھلا جو تمہاری فتح کرادی اس سے غرض یہ ہے کہ اب تم آسانی سے حج کرو اور وہ تمہاری بخشش کا سبب ہو۔ فتح مکہ سے اللہ کی نعمت تم پر پوری ہو اور تمہاری فرماں برداری کے صلے میں خدا تمہاری اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کردے۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ مسلمان، خدا پر اِیمان لانے کی پاداش میں اپنے وطن مکہ سے نکال باہر کیے گئے۔ پھر ان غریب الوطن مسلمانوں نے محض اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر سرکش زبردست دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا اور نہایت جاں بازی سے مکہ کو فتح کرکے اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔

اس جاں بازی و فرماں برداری کے صلے میں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اگلے گناہوں کو معاف کردینے کا وعدہ فرمایا۔ فتح کر چکنے کے بعد حج و مناسک حج کا بجالانا ان کو سہل ہوگیا؛ پس مراسم حج وعمرہ وغیرہ کی بجا آوری اُن کے پچھلے معاصی کے معاف ہوجانے کا سبب ہوگی۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ مخاطب پیغمبر ہیں اور حکم، اُمت کو دیا گیا ہے؛ چنانچہ سورۃ الطلاق میں فرمایا :

يٰاَ يُّهَا النَّبِىُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ o

(سورۂ طلاق:۶۵/۱)

اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم اپنی بیبیوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور (طلاق کے بعد ہی سے) عدت گننے لگو۔

اس آیت میں خطاب پیغمبر خداﷺ سے ہے؛ لیکن اَحکام جو دیے گئے ہیں وہ بلاشبہہ صرف اُمت سے متعلق ہیں جیسا کہ ترجمہ میں کھول کر بتا دیا گیا ہے، اور اس بات کا قرینہ یہ ہے کہ طلاق کے اَحکام عام اَفرادِ اُمت ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ نبی، اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دیا کرتا؛ کیوں کہ جو عورت پیغمبر کی زوجیت میں آ گئی، پھر اس سے کوئی اُمتی نکاح نہیں کر سکتا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آیتِ زیرِ بحث میں اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کے اگلے پچھلے گناہوں کے معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (اور وہ صحابہ ہیں) تو رسول کا مرتبہ ان سے بہت اَرفع واعلیٰ ہونا واجب ہے اور وہ ان کا معصوم ہونا ہے۔

دوسرا جواب

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آیت میں جیسا کہ تخاطب پیغمبر سے ہے اَحکام بھی آپ ہی سے متعلق ہیں تو اس وقت گناہوں سے بھول چوک اور ترکِ افضل مراد ہوگا اور یہ اُمور قادحِ عصمت نہیں ہیں۔

تیسرا جواب

انبیا سے گناہِ کبیرہ کا سرزد ہونا عقلاً ممتنع ہے، مثلاً جھوٹ، زنا، چوری، خیانت وغیرہ؛ مگر صغائر اور بھول چوک کا اُن سے سرزد ہونا ممکن ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

نبی کا ہر قول ہر فعل تابع وحی ہوتا ہے؛ چنانچہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے :

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰیؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰیۙ ۝ (سورۂ نجم: ۳/۵۳ تا ۴)

اور محمد (ﷺ اپنی) خواہش سے باتیں نہیں بناتے ۔ یہ وحی ہے جو اُن پر نازل ہوتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی کا ہر قول و فعل تابع وحی ہوتا ہے تو پھر اس سے چھوٹی غلطی اور بھول چوک بھی کیوں سرزد ہوتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کی غلطی بھی تابع وحی ہوتی ہے، یعنی وہ وحی کے اَثر سے ایک غلطی کرتا ہے اور پھر اس کی نمایاں اِصلاح ہوتی ہے، تا کہ اس طرح اُمت کی تعلیم مکمل ہو جائے۔

آیت کا کھلا مقصد یہ ہے کہ ہم نے تمہاری نمایاں فتح کرادی، تا کہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے۔ یہ اِرشاد وقوع کا مستلزم نہیں۔ مطلب اِتنا ہے کہ اگر تمہارا کوئی گناہ ہوگا تو اللہ اس کو معاف کر دے گا۔

پیار و اُلفت کا یہ ایک تسکین بخش جملہ ہے جو بڑا اپنے چھوٹے کا دل بڑھانے کے لیے، یا محبت وشفقت کے اِظہار کے لیے اِستعمال کیا کرتا ہے۔ اور ایسے محاورے ہر زبان میں دائر وسائر ہیں۔ بہرکیف! اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم عصمت کا واہمہ بھی نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ کدوکاوش کی جائے تو شاید آپ سے صغیرہ

گنا ہوں یا خطاؤں کا سرزد ہونا مستنبط ہو جائے۔ اور اس سے عصمت و رسالت پر کوئی ردّ و قدح نہیں ہوسکتی۔ مطول بحث کتب تفسیر و کلام میں دیکھنی چاہیے۔

پانچواں جواب

بڑی بات یہ ہے کہ ظاہراً الفاظِ آیت پر نظر کر کے اگر رسول ﷺ ہی کو مراد لیا جائے اور آپ ہی کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت سمجھی جائے تو **وَ یَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماً** کے کیا معنی ہوں گے؟۔ معنئ الفاظ تو یہ ہیں کہ ''ہم نے فتح مبین کرادی تا کہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے اور تم پر اپنی نعمت کو پوری کرے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائے۔

فتح مکہ کے بعد سیدھا راستہ دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے آپ سیدھے راستے پر نہ تھے؛ حالاں کہ یہ بدیہی البُطلان ہے؛ کیوں کہ جو خود سیدھے راستے پر نہ ہو وہ اپنی اُمت کو سیدھا راستہ نہیں دِکھا سکتا۔

اس مقدمہ کی پانچویں دلیل ہم نے خود قرآن مجید کی آیت سورۂ یٰسین سے نقل کی ہے کہ :

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo (سورۂ یٰس:۳۶/۳ تا ۴)

تم اے محمد ﷺ! بلاشبہہ پیغمبروں میں سے سیدھے رستے پر ہو۔

پس ایک جگہ پیغمبر کو سیدھے راستہ پر بتانا اور دوسری جگہ یہ کہنا کہ فتح مکہ سے پہلے تم سیدھے راستہ پر نہ تھے کھلا تناقض ہے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی کتابِ مقدس اِس داغِ عیب سے بالکل پاک ہے۔ غرض! اِن وجوہ سے ثابت ہو گیا کہ سورۃ الفتح کی آیتِ زیرِ بحث میں خطاب اگرچہ پیغمبر سے ہے، لیکن بشارتِ فتح و مغفرت مسلمانوں کو دی گئی ہے۔

(۷)

تیسری آیت سورۃ النجم کے شروع میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ، مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى، وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى o (سورۂ نجم:۵۳/۱تا۴)

قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹتا ہے کہ تمہارے رفیق (محمد) نہ تو بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں، یہ وحی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے۔

اب اس سے زیادہ معصوم ہونے کی کیا صراحت ہوسکتی ہے؟ راہِ راست سے بھٹک جانے کا نام گناہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ راہِ مستقیم سے بھٹکے ہی نہیں یعنی وہ معصوم ہیں جو گناہ کے پاس بھی نہیں پھٹکتے!۔

(۸)

چوتھی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ o (سورۂ آل عمران:۳/۳۱)

(اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے اور تم کو تمہارے گناہ معاف کردے۔

گناہ گار و عاصی کا اِتباع جائز نہیں ہے؛ چنانچہ سورۃ الشعرا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ لاَ تُطِيْعُوْا أَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ o (سورۂ شعراء:۲۶/۱۵۱)

اور (بندگی کی حد سے) بڑھ جانے والوں کا کہانہ مانو۔

سورۃ المائدہ میں فرماتا ہے :

وَ لاَ تَتَّبِعُوْا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا o (سورۂ مائدہ:۵/۷۷)

مت اِتباع کرواُن لوگوں کی خواہشوں کا جو گمراہ ہوئے۔

آیت زیر بحث میں رسول اکرم ﷺ کے اتباع کو اللہ کی محبت اور مغفرت کا باعث قرار دینا رسول کی عصمت وتقدس کی شہادت ہے۔

(۹)

پانچویں آیت سورۃ الطّور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا o (سورۂ طور:۵۲/۴۸)

اور (اے پیغمبر!) اپنے پروردگار کے حکم کے اِنتظار میں صبر سے بیٹھے رہو کہ تم ہماری حفاظت میں ہو۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگرانی میں ہو وہ گنہگار نہیں ہوسکتا، جب ہوگا معصوم ہی ہوگا!۔

(۱۰)

دسویں آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ o (سورۂ نساء:۴/۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔

یہی شان، معصوم نبی کی ہے۔ گنہگار اور غیر معصوم کی اِطاعت عین، اللہ کی اِطاعت نہیں ہوسکتی!۔

(۱۱)

وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ (سورۂ نساء:۱۴/۴)

اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی، اس کی حدوں سے تجاوز کرے گا اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

جو شخص معصوم نہ ہو اس کی اِطاعت نہ من جمیع الوجوہ درست ہے، نہ اس کی نافرمانی ایسے سخت عذاب کی مستلزم ہوسکتی ہے؛ پس یہ آیت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معصوم ہونے کی زبردست شہادت ہے۔

(۱۲)

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۝ (سورۂ نساء:۱۱۵/۴)

اور جو شخص راہِ راست ظاہر ہونے کے بعد پیغمبر سے کنارہ کش رہے اور مسلمانوں کے راستے کے سوا چلے تو جو اس نے اختیار کرلیا ہے ہم اس کو اسی رستے چلائے جائیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

اگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گناہ سرزد ہوتا تو آپ سے کنارہ کشی واجب ہوتی؛ کیوں کہ خود نصوصِ قرآنیہ سے گنہ گار کا اِتباع حرام ثابت ہو چکا ہے؛ لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کنارہ کش ہونے کو حرام فرمایا ہے؛ پس ثابت ہوا کہ آپ سے کبھی کوئی گناہ صادر ہوا ہی نہیں اور آپ میں گناہ کرنے کا مادّہ ہی نہیں رکھا گیا!۔

(۱۳)

تیرہویں آیت سورۃ الصّف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ o (سورۂ صف:۹/۶۱)

وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر (محمد ﷺ) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

ہدایت ضد ہے گناہ کی؛ پس اگر رسول سے گناہ کا سرزد ہونا تسلیم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد- کہ ہم نے پیغمبر کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے- صحیح نہ ہوگا- معاذ اللہ منہا-

(۱۴)

چودہویں آیت سورۃ القلم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ إِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ o (سورۂ قلم:۶۸/۴)

اور تم (اے محمد ﷺ!) بے شک بڑے خُلق والے ہو۔

دنیا میں کوئی بدتر سے بدتر انسان بھی ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی خلق یعنی اچھی صفت نہ ہو، اور انبیا کے سوا (ہمارے عقیدہ میں) کوئی بہتر سے بہتر آدمی ایسا نہیں جس

میں کوئی اَخلاقی کمزوری نہ ہو؛ پس اگر رسول سے بھی یہی صدورِ معصیت ممکن ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں خلق عظیم یعنی وہ صاحب خلق عظیم ہے۔ رسول کا خلق عظیم اسی وقت مسلم ہوگا جب وہ معصوم ہو جیسا کہ اہل حق کا عقیدہ ہے۔

(۱۵)

پندرہویں آیت سورۃ الاحزاب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُولَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوزاً عَظِیۡماً o (سورۂ احزاب: ۳۳/۷۱)

جو اللہ اور اس کے رسول کے کہے پر چلا اس کو بلاشبہہ بڑی کامیابی ہوئی۔

رسول کی اِطاعت میں بڑی کامیابی اُسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کو گناہوں سے پاک مانا جائے۔

(۱۶)

سولہویں آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَن یُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ یُدۡخِلۡهُ جَنَّاتٍ تَجۡرِیۡ مِن تَحۡتِهَا الۡأَنۡهَارُ o (سورۂ فتح: ۴۸/۱۷)

جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا کہا مان لے تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

(۱۷)

سترہویں آیت سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلاَ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُوْنَ o (سورۂ انفال:۲۰/۸)

مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو اور سن کر اس کے رسول سے منہ نہ پھیرو۔

گناہ سے اور محل گناہ سے دور رہنا اور گنہ گار سے اِحتراز کرنا شرعاً اور عقلاً واجب ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ رسول سے منہ نہ پھیرو۔ اگر رسول سے گناہ سرزد ہوتا تو اس سے صدورِ گناہ کے وقت منہ پھیرنا اور دور رہنا واجب ہوتا؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اِعراض کرنے کی مطلق ممانعت فرماتا ہے؛ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ سے گناہ صادر ہونے کا وہم بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم اَزلی میں طے ہو چکا تھا کہ پیغمبر اِسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی کوئی گناہ ظہور پذیر نہ ہوگا!۔

(۱۸)

اٹھارہویں آیت سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ o (سورۂ نور:۶۳/۲۴)

جو لوگ پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو ڈرنا چاہیے کہ (دنیا میں) ان پر کوئی مصیبت آن پڑے، یا (آخرت میں) ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

کسی شخص سے کوئی گناہ ظاہر ہو تو اس کی مخالفت اگر ضروری نہیں تو حرام بھی نہیں ہے؛ لیکن اس آیت میں آپ کی مطلق مخالفت کی منہائی کی گئی ہے، جس سے آپ کا گناہوں سے منزہ ہونا ظاہر ہے۔

(۱۹)

اُنیسویں آیت سورۃ الاحزاب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُولِ اللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌo (سورۂ احزاب:۳۳/۲۱)

(مسلمانو!) تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

جس شخص کا چال چلن بالکل پاک وصاف نہ ہو یا جو شخص گنہ گار ہو وہ دوسروں کے لیے پیروی کرنے کا اَچھا نمونہ نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ جب وہ گناہوں سے معصوم نہیں ہے تو اس کے مقلدین و معتقدین معصیت و بداَخلاقی میں بھی اس کی پیروی کرنے لگیں گے؛ خصوصاً عوام اور نادور اندیش بے علم لوگ، جیسا کہ فی زمانناپیری مریدی کرنے والوں کی نظیریں ہمارے سامنے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کا رسول پیروی کرنے کے لیے بہت اَچھا نمونہ ہے، یعنی وہ معصوم ہے اور اس کی پیروی میں کسی طرح کی خرابی کا اَندیشہ ہی نہیں ہے!۔

(۲۰) عقلی دلیل

انسان اپنے طبعی اَوصاف کی مناسبت ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوتا ہے، مثلاً زید سخی ہے، عمرو بخیل ہے، بکر بہادر ہے، ہند بزدل ہے۔ تو یہ اوصاف ان لوگوں کے طبعی وجبلی ہیں جو ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوئے ہیں اور وہ ان کی فطرت میں ہیں۔

محاسن ومعائب میں اَفرادِ انسانیہ متفاوت الدرجات ہیں۔ ہم ایک شخص کو سرتا سر عیب در عیب دیکھتے ہیں جس میں بظاہر کوئی خوبی نہیں، اخلاقِ حسنہ نام کو نہیں اور انسانیت اس کو چھو تک نہیں گئی، اصطلاحِ شریعت میں اس کا نام شیطان ہے، اور دنیا میں انھیں کی کثرت ہے، وَ اِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ o (سورۂ مائدہ: ۴۹/۵)

بعض ایسے ہیں جن میں کثرتِ رذائل کے ساتھ دو ایک خوبیاں بھی ہیں۔

بعض نے ذرا اور ترقی کی کہ ان میں متعدد خوبیاں آ گئیں؛ مگر ایسے لوگوں میں چوں کہ فضائے اخلاق بالکل مغلوب اور رزائل بکثرت اور غالب ہیں؛ اس لیے یہ چند نام کی خوبیاں کچھ کام نہیں کر سکتیں۔

بعض ایسے ہیں جو زیادہ محاسن رکھتے ہیں مگر اتنے اور ایسے نہیں ہیں جو رزائل و معائب کو دبا لیں۔ بعض کے محاسن ومعائب گویا برابر ہوتے ہیں۔

بعض وہ ہیں جن کے فضائل، رزائل پر غالب ہوتے ہیں۔

بعض وہ ہیں جن میں خوبیاں کثرت سے ہوتی ہیں اور برائیاں معدودے چند۔

بعض وہ ہیں جن کے زبردست اخلاقِ حسنہ نے رزائل کو بالکل مقہور کر لیا ہے کہ وجود تو ہے؛ مگر کچھ کر نہیں سکتے۔

پھر آخر میں ایک شخص گویا خلاصہ عالم ہوتا ہے جو ماں کے پیٹ سے فطرتِ صالحہ لے کر پیدا ہوتا ہے، پھر وہ مجاہدات وریاضات سے اپنے کو تمام فضائل اِنسانیہ سے آراستہ کر کے رزائل اخلاق سے معرا ہو جاتا ہے، اسی کو 'مادرزاد ولی' کہتے ہیں۔ یہی مادرزاد ولی جب اور آگے بڑھتا ہے تو نبی ہو جاتا ہے؛ مگر نبوت کسبی نہیں ہے، وہبی ہے۔ ایسے نفوس ہزاروں برس میں پیدا ہوتے ہیں، اور لاکھوں کروروں میں ایک۔

اس دلیل سے - جو مشاہدہ سے متعلق ہے - ثابت ہوا کہ انسان کا گناہوں سے معصوم

ہونا محال نہیں ممکن ہے۔ ایک شخص ہے جس نے کبھی عمر بھر زنا نہیں کیا۔ ایک ہے جس نے کبھی چوری نہیں کی۔ ایک ہے جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا؛ پس ثابت ہوا کہ انسان اپنے نفس کو روکنے اور گناہ نہ کرنے پر قادر ہے۔

تو لاکھوں میں ایک ایسا صالح قدوسی ہونا کیا دشوار ہے، جس کو اپنے نفس پر پوری قدرت حاصل ہو اور کبھی کوئی گناہ نہ کرے، یہی نبی ہے جس کو اللہ تعالیٰ تمام عالم کے آدمیوں میں سے اپنی رسالت کے لیے منتخب فرماتا ہے، اور چوں کہ وہ مبعوث من اللہ ہے؛ اس لیے اس کا معصوم ہونا اَمر بدیہی کے درجے پر ہے!۔

ساتواں مقدمہ

[آنحضرت ﷺ پر اُمت کی تکلیف شاق تھی]

سورۃ التوبہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ○ (سورۃ توبہ:۹/۱۲۸)

تمہارے پاس تم ہی میں کے ایک رسول آئے ہیں، تمہاری تکلیف اُن پر شاق گزرتی ہے۔

آٹھواں مقدمہ

[آنحضرت ﷺ اُمت پر نہایت شفیق و مہربان تھے]

سورۃ الاحزاب کی ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

النَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ o (سورۂ اَحزاب:۳۳/۶)

پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَزواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں تو خود پیغمبر بجائے باپ کے ہوئے، اور جس طرح باپ اپنی اولاد پر اَولاد سے زیادہ حق رکھتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ پیغمبر کو اپنی اُمت پر حق حاصل ہے۔

دوسری آیت وہی سورۃ التوبہ کی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ o (سورۂ توبہ:۹/۱۲۸)

تمہارے پاس تم ہی میں کے رسول آئے، جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے۔ وہ حریص ہیں تم پر (اور) مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق مہربان ہیں۔

نواں مقدمہ

﴿ آنحضرت ﷺ کو اُمت کی بہبود کی بڑی حرص تھی ﴾

پہلی آیت سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰی آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفاً o (سورۂ کہف:۱۸/۶)

تو (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے۔

دوسری آیت سورۃ یوسف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ مَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ٥ (سورۂ یوسف:۱۲/۱۰۳)

اور اکثر لوگ چاہے تم کو کتنی ہی حرص ہو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

کفار کے ایمان لانے کی حرص اور ان کے مسلمان نہ ہونے کا اَفسوس انھیں کی فلاح ونجات کے لیے اور نوعِ انسانی کی سچی ہمدردی کی بنا پر ہے؛ ورنہ پیغمبر کو نہ ان کے ایمان لانے سے کوئی فائدہ، نہ ایمان نہ لانے سے کوئی نقصان تھا؛ تو جس ذاتِ اقدس کو عام بنی نوع انساں کے ساتھ ایسی خاص ہمدردی ہو اس کو خاص اپنی قوم کی فلاح و بہبود کی کیسی فکر اور کس قدر حرص ہوگی!۔

تیسری آیت وہی سورۃ التوبہ کے آخر کی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (سورۂ توبہ:۹/۱۲۸)

تمہارے پاس تم ہی میں کے رسول آئے جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے۔ان کو تمہاری بہبود کی حرص ہے، مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق مہربان ہیں۔

دسواں مقدمہ

اللہ تعالیٰ گناہوں کا بخشنے والا ہے

پہلی آیت سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ رَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ٥ (سورۂ کہف:۱۸/۵۸)

اور تمہارا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم والا ہے۔

دوسری آیت سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ o (سورۂ نور:۵/۲۴)

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تیسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ يَا عِبَادِىَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ o (سورۂ نور:۵/۲۴)

(اے محمد ان لوگوں سے) کہہ کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں کے اوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہوں کیوں کہ اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

چوتھی آیت سورۃ المومن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ o (سورۂ غافر:۳/۴۰)

(وہ اللہ جو) گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

پانچویں آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ هُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ o (سورۂ شوریٰ:۲۵/۴۲)

اور وہ اللہ جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔

پہلا ثبوت(۱)

فَهَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأۡتِيَهُم بَغۡتَةً فَقَدۡ جَاءَ أَشۡرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمۡ إِذَا جَآءَتۡهُمۡ ذِكۡرَاهُمۡ، فَاعۡلَمۡ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوَاكُمۡ o
(سورۂ محمد: ۴۷/۱۸تا۱۹)

کفارِ مکہ نہیں منتظر ہیں مگر اس اَمر کے کہ قیامت ناگہاں آجائے، تو قیامت کی علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ پس اس وقت ان کا یاد کرنا کچھ مفید نہ ہوگا؛ تو جانو کہ نہیں ہے کوئی خدا سوا ایک خدا کے۔ اور مغفرت چاہو اپنے گناہ کی اور مومنین و مومنات کے لیے۔ اور اللہ جانتا ہے تم لوگوں کا چلنا پھرنا اور تمہارا اٹھہرنا۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو دو حکم ہیں: ایک اپنے گناہ کی مغفرت چاہنا۔ دوسرے مومنین و مومنات کے لیے مغفرت چاہنا۔

اَمرِ اوّل کی نسبت اس مقام پر اتنا کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوجود معصوم اور رسول ہونے کے جو اپنے گناہوں کے استغفار کے لیے کہا گیا اس سے تعلیمِ اُمت مقصود ہے؛ یعنی اُمت کے لوگ یہ خیال کر کے کہ جب خود رسول کو باوجود رسول و معصوم ہونے کے ہدایتِ استغفار کی گئی تو اُمت کو- جو غیر معصوم ہے- بدرجہ اولیٰ اِستغفار کرنا چاہیے۔

(۱) یہ پہلے چاروں ثبوت حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کے ہیں۔ ۱۲ اکرم۔

اَمر دوم کی نسبت یہ گزارش ہے کہ مومنین اور مؤمنات کی معاصی کی نسبت جب اِستغفار ہوگا اور استغفار قبول ہوگا تو لامحالہ وہ گناہوں سے پاک ہوجائیں گے اور ثمرۂ شفاعت حاصل ہوجائے گا۔ چوں کہ اس آیت سے پہلے قیامت کا ذکر ہوا ہے؛ اس لیے ظاہر ہے کہ یہ نجات' نجاتِ اَبدی ہے؛ کیوں کہ جب گناہ معاف ہوگئے نجات حاصل!۔

فائدہ عظیمہ

اِس آیت میں ایک جملہ ہے: وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ یعنی اے پیغمبر! تم اپنے گناہ کی مغفرت چاہو۔ اِس سے معاندین ہمارے پیغمبر ﷺ کے معصوم نہ ہونے کا اِستدلال کرتے ہیں۔

حضرت والد ماجد نے خلافِ موضوع سمجھ کر مختصر سا جواب دیا ہے جو اگرچہ کافی ہے؛ مگر ہم ذرا زیادہ وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا جواب: ذَنْبٌ کے معنی گناہ کے نہیں ہیں بلکہ بشری کمزوری کو ذَنب کہتے ہیں، اور اس سے اِستغفار اس لیے کہ اللہ بندہ کو ایسی طاقت دے کہ وہ اس کمزوری پر غالب آئے؛ برخلاف اس کے مجرم ہے جو مستوجب سزا ہوتا ہے، اور مجرم' جہنم تک کا مستحق کہا گیا ہے۔

إِنَّهُ مَنْ يَّأتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ o (سورۂ طٰہٰ: ۲۰/ ۷۴)

اور بیشک جو اپنے رب کے پاس بصورتِ مجرم آئے گا تو اس کے لیے جہنم ہے۔

مُذنب کے لیے جہنم ضروری نہیں ہے اور کسی نبی کو مجرم نہیں کہا گیا ہے۔ نبی ضرور معصوم ہے؛ لیکن بشری کمزوری سے خالی نہیں ہے؛ اس لیے نبی کو اِستغفار من الذنب کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور اُمت میں چوں کہ مذنب اور عاصی گنہ گار ہر قسم کے لوگ ہوتے

ہیں؛ اس لیے ان کے واسطے ذنب کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ عموم رکھا۔ تو اب ایک دفعہ اور پڑھو :

وَ اسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡبِکَ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ o (سورۂ محمد:۱۹/۴۷)

تو اے پیغمبر! اپنی کمزوری کی مغفرت چاہو اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت چاہو۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر (جلد:۷ صفحہ:۳۷۲ مطبوعہ مصر) میں آیت زیر بحث کے تحت لکھا ہے :

ذَنب کے معنی توفیق نیکوکاری کے ہیں یعنی مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ نیک عمل کروں اور برائی سے بچوں۔(۱)

بشری کمزوری بھی اِسی کا نام ہے۔

(۱) عربی عبارت یوں ہے: و هو أن المراد توفيق العمل الحسن و اجتناب العمل السيئ (تفسیر رازی:۱۰۳/۱۴)

یہ مضمون بھی حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی کتاب 'بشاراتِ قرآنیہ' سے ماخوذ ہے۔

دوسرا جواب : استغفار کے معنی ہیں طلبِ غفران۔ غفران- جو استغفار کا مادہ ہے- برائی پر پردہ ڈالنے کا نام ہے؛ پس جو شخص محفوظ رہا یا برائیوں سے بچا گویا ہوائے نفسانی کی قباحتیں اس سے چھپادی گئیں؛ تو طلبِ غفران کے یہ معنی ہوئے کہ ہماری فضیحت نہ فرما۔

اور ایسی دعا کبھی تو عصمت کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِستغفار کیا کرتے تھے، تا کہ آئندہ کسی بشری کمزوری یا لغزش میں مبتلا نہ ہوں؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور کبھی یہ دعا اِبتلا کے بعد ہوتی ہے، اور استغفار قبول ہوگا تو لامحالہ وہ گناہوں سے پاک ہوجائے گا۔

اس میں بظاہر معترض کو یہ کہنے کی گنجایش ہے کہ قبولِ استغفار کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر چہ یہ قابل اعتنا نہیں ہے؛ لیکن عام طبائع کے اِطمینان کے لیے اس شبہہ کو صاف کر دینا ضروری ہے۔

والد ماجد نے اپنی کتاب ’حق العقائد‘ میں بھی شفاعت پر نہایت دلآویز بحث کی ہے۔اس مقام پر چند سطور کا نقل کر دینا کافی ہے۔

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ o (سورۂ محمد:۱۹/۴۷)

بخشش چاہو اپنے گناہ کی اور مومنین ومومنات کی۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اور اپنی اُمت کی بخشش چاہنے کے لیے اِجازت دی ہے،اور بخشش چاہنا ہی شفاعت ہے۔ پھر ضروری ہے کہ بخشش ہو جائے؛ اس لیے کہ اگر بخشش ناممکن ہو تو استغفار عبث ہے اور اللہ تعالیٰ عبث چیز کے لیے حکم نہیں دے سکتا؛ کیوں کہ ایسا حکم دینا نادانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے منزہ ہے؛ پس ثابت ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِستغفار اُمت کے لیے نافع ہے۔ اور استغفار وشفاعت دونوں کا ایک ہی مفاد ہے۔

دوسرا ثبوت

وَمَا أَرْسَلْنٰکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ، قُلْ إِنَّمَا یُوحٰی إِلَیَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُوْنَ o (سورۂ انبیاء:۲۱/۱۰۷تا۱۰۸)

نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے تمام عالم کے۔ (اور اے پیغمبران لوگوں سے) کہو کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ صرف خدائے واحد ہی تمہارا معبود ہے۔تو کیا تم فرماں بردار ہو!۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات' عالم کے لیے عین رحمت ہے، خواہ کسی مذہب کا ہو اور خواہ جن ہو یا اِنس۔ تو جو شخص اس چشمہ رحمت کی طرف رجوع ہوگا وہ اس سے فائدہ اُٹھالے گا، یہاں تک کہ اگر مشرک اس رحمت کے تحت میں آجائے گا تو وہ بھی مستفید ہوگا۔ پس اس رحمت سے وہی فائدہ حاصل کرسکتا ہے جو مسلم ہو؛ چنانچہ اس آیت کا آخری جملہ ' فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ' اس کا مُشعِر ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں دنیا و عقبیٰ کی قید نہیں ہے بلکہ اپنے اِطلاق میں ہے، اور کوئی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جو مخصوص ہو اور نہ کوئی وجہ ایسی موجود ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ رحمت دنیا کے لیے مخصوص ہے اور عقبیٰ میں مسلوب ہو جائے گی؛ بلکہ جب آنحضرت ﷺ کی ذات' عین رحمت قرار دی گئی ہے تو عقبیٰ میں بھی تو یہی ذات ہوگی جو عین رحمت ہے؛ پس عقبیٰ میں اِنفکاکِ رحمت نہیں ہوسکتا؛ ورنہ ذات کا اپنے سے اِنفکاک لازم آئے گا جو بدیہی البطلان ہے۔

دنیا میں تو ثمرۂ رحمت یہ ہے کہ لوگ دائرۂ توحید و اِسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ عقبیٰ میں ثمرۂ رحمت کیا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اُس عالم میں سوائے شفاعت اور نجات دلانے کے کوئی دوسرا منشاے رحمت نہیں ہوسکتا؛ پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات جیسا کہ دنیا میں باعتبارِ تعلیم احکام اسلام رحمت ہے ویسا ہی عالم آخرت میں باعتبارِ شفاعت و اِنجازِ معاصی رحمت ہے۔

تیسرا ثبوت

انبیا کا مرتبہ ملائکہ سے زیادہ ہے؛ جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ہے :

وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلاٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لآدَمَ ٥ (سورۂ بقرہ:۲/۳۴)

اور جب کہا ہم نے ملائکہ سے کہ آدم کو سجدہ کرو۔

اور ملائکہ اِنسان کی شفاعت کریں گے جیسا کہ پانچویں مقدمہ میں مبرہن ہو چکا ہے؛ پس رسول اپنی اُمت کی شفاعت بدرجۂ اولیٰ کرے گا؛ اس لیے کہ جب ملائکہ- جو ایک دوسری نوع ہے اور کسی اُمت سے اُن کا تعلق نہیں ہے- شفاعت کریں گے تو نبی اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے- جس سے اس کا تعلق ہے- زیادہ تر مستحق ہے!۔

چوتھا ثبوت

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَآمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ٥ (سورۂ محمد:۴۷/۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو محمد پر نازل ہوا ہے اس پر بھی ایمان لائے اور وہ برحق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے۔ تو خدا اُن کے گناہ اُن پر سے اُتار دے گا اور ان کی حالت کی درستی بھی فرما دے گا۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو لوگ مَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ پر ایمان لائیں گے یعنی قرآن پر تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کردے گا اور ان کے حال کی اِصلاح کرے گا۔

الحاصل 'مُنَزَّل علیٰ محمدٍ' پر ایمان لانا ہی کفارۂ سیئات ہے؛ پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ذریعہ نجات ہوئی۔ پھر اسی پر اللہ نے اِکتفا نہیں کیا کہ صرف گناہوں سے درگزر کرے؛ بلکہ اُن کی اِصلاحِ حال کا وعدہ بھی فرمایا۔

ممکن تھا کہ عفو معاصی پر اکتفا کرے اور وہ نعمتیں جو جملہ حسن عمل پر موقوف نہیں صدورِ

عصیان کی وجہ سے ان سے محروم رکھے؛ مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نعمت کو اور زیادہ فرمایا۔ عفو معاصی کے بعد ان کو مزید نعمتیں دے، یعنی اِصلاحِ حال کرے جو دنیا میں عبادت، پرہیزگاری، ورع وغیرہ ہے اور عقبیٰ میں نعماے جنت۔ فقط

تَمَّ كَلَامُ أَبِي وَأُسْتَاذِي وَمَولاَئِي. (یہاں پہنچ کر میرے آقاے نعمت والد محترم کا کلام ختم ہوا)

پانچواں ثبوت

قرآن مجید میں شفاعت و شفیع کا ذکر سولہ مقامات پر آیا ہے، جن میں سے چند مقامات کو بعض نادان عدم ثبوتِ شفاعت پر دلیل لاتے ہیں۔ ہم یہاں اُن تمام آیات کو لکھتے ہیں :

پہلی آیت : سورۃ البقرۃ پارۂ الم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يٰـبَنِیۡ إِسۡرَائِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّیۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ، وَاتَّقُوۡا يَوۡماً لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡئاً وَّلاَ يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلاَ يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلاَ هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ o

(سورۂ بقرہ:۲/۴۷ تا ۴۸)

اے بنی اسرائیل! ہمارے وہ اِحسانات یاد کرو جو ہم تم پر کر چکے ہیں اور اس بات کو بھی کہ ہم نے تم کو دنیا کے لوگوں پر فوقیت دی تھی اور اُس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ اس سے کچھ معاوضہ لیا جائے گا اور نہ لوگوں کو کچھ مدد پہنچے گی۔

منکرین شفاعت کہتے ہیں کہ کسی کا کسی کے کام نہ آنا، کسی کی سفارش کا مقبول نہ ہونا اور کسی مدد کا نہ ہونا شفاعت کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔

لیکن اس دلیل (کی حیثیت کسی) مغالطہ سے زیادہ نہیں ہے۔

اوّلاً: شروع خطاب ہی بنی اسرائیل سے کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ آیت یہود سے متعلق ہے۔ اور بفرض محال اگر عام بھی ہو تو بلحاظ دوسری آیتوں کے اس سے کفار ہی مراد ہوں گے۔ اس ضمن میں آنحضرت کی شفاعت باطل نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ آپ کی شفاعت اپنی ہی اُمت کے گنہ گاروں کے لیے ہے، یہود اور کفار و مشرکین کے لیے نہ آپ کی شفاعت نافع ہے، نہ آپ شفاعت کریں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول کو پہلے ہی سے منع فرمادیا کہ کفار و مشرکین کے حق میں استغفار نہ کریں۔

سورۃ التوبہ میں اِرشاد ہوا ہے :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَن يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ٥ (سورۃ توبہ: ۹/۱۱۳)

پیغمبر اور مسلمانوں کو زیبا نہیں ہے کہ مشرکین کی مغفرت کی دعا مانگیں۔

پھر اسی سورت میں دوسری جگہ ہے :

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ٥ (سورۃ توبہ: ۹/۸۰)

ان کی مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو، اگر ستر مرتبہ ان کی بخشش کی دعا مانگو گے تو بھی ان کو اللہ کبھی نہ بخشے گا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے نبی کو اس لیے خبردار کردیا کہ کفار و مشرکین کے لیے اِستغفار کرکے نبی اپنا وقت کیوں ضائع کریں!۔

دوسری آیت : اسی سورۃ البقرۃ پارۂ سیقول میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ

فِيهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَّلاَ شَفَاعَةٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَo (سورۂ بقرہ:۲/۲۵۴)

مسلمانو! ہمارے دیے ہوئے میں سے (کچھ نیک راہ میں بھی) خرچ کرلو اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود ہو جس میں نہ (خریدو) فروخت ہوگی اور نہ دوستی اور نہ سفارش اور کفار وہی ظالم لوگ ہیں۔

یہ آیت بھی کفار سے متعلق ہے۔

اوّلا: اس وجہ سے کہ آیت کا آخری حصہ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ' اسی پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرے: اس وجہ سے کہ سورۃ الزخرف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِيْنَo (سورۂ زخرف:۴۳/۶۷)

جو لوگ (آپس میں) دوستیاں رکھتے ہیں اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے؛ مگر پرہیز گار لوگ۔

آیت زیر بحث میں فرمایا کہ قیامت کے روز کوئی دوستی کام نہ آئے گی، مگر اس آیت میں پرہیز گاروں کو اس سے مستثنیٰ فرما دیا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ پرہیز گاروں کی دوستی قیامت میں بھی کام آئے گی، اور جب عام پرہیز گاروں کی دوستی اس روز بھی نافع ہوگی تو نبی جو تمام اگلے پچھلے پرہیز گاروں کے سردار ہیں اُن کی دوستی بدرجۂ اولیٰ نافع ہوگی؛ پس ثابت ہوا کہ آیت زیر بحث' کفار ہی سے تعلق رکھتی ہے یعنی قیامت میں کافروں کی دوستی ایک دوسرے کو کچھ بھی نفع نہ دے گی۔

تیسری آیت: سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن

دُونِهٖ وَلِیٌّ وَّلاَ شَفِیْعٌ o (سورۂ انعام:۶/۵۱)

اور قرآن کے ذریعہ سے اُن لوگوں کو ڈراؤ جو اس کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کیے جائیں گے، خدا کے سوا نہ کوئی ان کا دوست ہوگا نہ مددگار۔

چوتھی آیت : یہ بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِباً وَلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلاَ شَفِیْعٌ o (سورۂ انعام:۶/۷۰)

اور جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، ایسے لوگوں کو چھوڑ دو اور قرآن کے ذریعہ سے سمجھا دو کہ کہیں کوئی شخص اپنے کرتوت کے بدلے سپرد ِآفت نہ ہوجائے کہ (اس وقت) خدا کے سوا نہ کوئی اس کا حامی ہوگا نہ مددگار۔

اوّلا: تو یہ دونوں آیتیں کفار سے متعلق ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

ثانیاً: یہ کہ شفیع کے معنی سفارشی کے نہیں ہیں جو علم عقائد کا ایک اصطلاحی لفظ ہے بلکہ یہاں اس کے معنی مددگار کے ہیں؛ کیوں کہ سفارش کو اللہ تعالیٰ سے متعلق نہیں کر سکتے۔

پانچویں آیت : سورۂ طٰہٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْداً، لاَ یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْداً o (سورۂ مریم:۱۹/۸۶تا۸۷)

(اُس روز) ہم گنہ گاروں کو پیاسے جہنم کی طرف ہانکیں گے، وہ سفارش کا اِختیار نہ رکھیں گے۔ ہاں جنھوں نے رحمٰن سے وعدہ لیا ہے۔ (وہ وعدہ اس کا شفیع ہوگا)۔

اگر یہ معنی مراد لیے جائیں کہ اُن کا کوئی سفارشی نہ ہوسکے گا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مستثنٰی ہی کر دیا ہے جنھوں نے خداے رحمٰن سے عہد لیا ہے، اور وہ عہد کیا ہے؟ اِسلام و اِیمان، اقرارِ توحید و رسالت؛ پس عُصاۃِ مسلمین ان گنہ گاروں سے مستثنٰی ہو گئے اور آیت صرف مجرمین کفار سے متعلق رہ گئی۔

بخاری نے مسلم بن اِبراہیم سے روایت کیا ہے :

حدثنا مسلم بن إبراهيم قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن أنس عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: يخرج من النار من قال لا إله إلا اللّٰه، وفی قلبه وزن شعيرة من خير . (۱)

حدیث بیان کی ہم سے مسلم بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ہشام نے کہا حدیث بیان کی ہم سے قتادہ نے اَنس سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: 'جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا دراں حالیکہ اس کے دل میں جو برابر بھی ایمان ہو وہ جہنم سے نکلے گا'۔

چھٹویں آیت : سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُوْنَ، قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ، تَاللّٰهِ إِن كُنَّا لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ، إِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ، فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ o

(سورۂ شعراء:۲۶/۹۵ تا ۱۰۰)

---

(۱) صحیح بخاری: ۱/۲۴ حدیث: ۴۴...... سنن ترمذی: ۵/۴۰۶ حدیث: ۳۳۰۰...... مستخرج ابوعوانہ: ۱/ ۳۸۰ حدیث: ۳۳۹...... شرح السنۃ بغوی: ۷/۴۶۶...... معجم ابن عساکر: ۲/۲۳۶ حدیث: ۱۵۸۲۔

اور ابلیس کے لشکر سب کے سب (دوزخ میں پڑیں گے) وہ آپس میں جھگڑتے وقت (اپنے معبودوں سے کہیں گے) کہ اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو پروردگارِ عالم کے برابر سمجھتے تھے، اور ہم کو تو بس گنہ گاروں نے گمراہ کیا تو (اب) نہ کوئی ہمارا شفاعت کرنے والا ہے اور نہ کوئی دوست۔

آیت صاف طور پر کفار سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔

ساتویں آیت : سورۃ الروم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَآءُ وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كٰفِرِيْنَ o

(سورۂ روم: ۳۰/۱۳)

اوران کے (اُن) شریکوں میں سے کوئی اُن کا سفارشی نہ ہوگا۔ (اس وقت یہ لوگ بھی) اپنے شریکوں سے پھر بیٹھیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جھوٹے معبود اور ان کی پرستش کرنے والے قیامت میں ایک دوسرے کو جھٹلائیں گے، اور جن معبودوں کو کفار دنیا میں خدا کا شریک گردانتے تھے، وہ اپنے پوجنے والوں کی شفاعت نہ کریں گے اور یہ رنگ دیکھ کر وہ اپنے ان نالائق معبودوں سے پھر جائیں گے۔

آٹھویں آیت : سورۃ السجدۃ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ o (سورۂ سجدہ: ۳۲/۴)

خدا کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی سفارشی۔

تیسری اور چوتھی آیت کے تحت (اس کی) صراحت ہوچکی ہے۔

نویں آیت : سورۃ یٰس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ءَأَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ

شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً وَلاَ يُنقِذُوْنِ o (سورۂ یٰس:۲۳/۳۶)

کیا خدا کے سوا دوسروں کو معبود مان لوں، اگر رحمٰن مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ یہ مجھ کو چھڑا سکیں۔

مطلب صاف ہے، اس کو ہماری اصطلاحی شفاعت کے اِبطال و اِثبات سے لگاؤ نہیں ہے۔

دسویں آیت : سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءُ قُلْ أَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئاً وَّلَا يَعْقِلُوْنَ، قُل لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعاًo (سورۂ زمر:۴۳/۳۹ تا ۴۴)

کیا ان کفار نے خدا کے سوا سفارشی ٹھہرا رکھے ہیں۔ (اے محمد!) کہو اگر چہ وہ (سفارشی) کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں (جب بھی تم ان کو سفارشی ہی مانے جاؤ گے) کہو کہ سفارش سب اللہ کے اِختیار میں ہے۔

کفار و مشرکین خدا کے تو قائل تھے، مگر ساتھ ہی بتوں کو بھی خدائی میں شریک جانتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت اللہ سے سفارش کر کے بچالیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا اس علم کے بعد بھی کہ یہ پتھر کے بت لایعقل و بے جان ہیں تم ان کو سفارشی مانے جاؤ گے؟ حالاں کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اِختیار میں ہے کہ جس کو چاہے سفارش کرنے کی اِجازت دے۔

گیارھویں آیت : سورۃ المومن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَلَا شَفِيْعٍ يُطَاعُ o (سورۂ غافر:۱۸/۴۰)

اس روز ظالموں کا نہ کوئی دلسوز دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار جس کی بات مانی جائے۔

یہاں ظالمین سے وہی کفار مراد ہیں جو ظلم میں اَفرادِ کامل ہیں، اور عموم مراد ہو تو بھی نفس شفاعت کا اِبطال نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق شفاعت کا اِنکار نہیں کیا ہے بلکہ یہ کہ اِن ظالموں کی شفاعت کرنے والا کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس کی بات مانی جائے۔

بارھویں آیت : سورۃ المدثر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيۡنَ o (سورۂ مدثر:۴۸/۷۴)

(اس روز) کسی سفارشی کی سفارش ان کفار کے کام نہ آئے گی۔

اِس آیت کو اِنکارِ شفاعت کی دلیل میں پیش کرنا عجیب ہے؛ کیوں کہ اس سے شفاعت کا ثبوت ہے اور اگر اس سے نہ ہو تو یہ کہنا بے معنی ہے کہ شفاعت نافع نہیں ہے؛ کیوں کہ جب شفاعت کا وجود ہی نہ ہو تو شافع و غیر نافع کے کیا معنی؟ تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ شفاعت تو مفید ہے؛ مگر قیامت میں ظالم کفار کو کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت – بہ سبب ان کے کفر کے – مفید نہیں ہوگی۔

تیرھویں آیت : سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا مِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡ بَعۡدِ إِذۡنِهٖ o (سورۂ یونس:۳/۱۰)

(اس روز) کوئی سفارشی نہ ہوگا مگر اس کی اِجازت ہونے کے بعد۔

چودھویں آیت : سورۃ البقرۃ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِإِذۡنِهٖ o (سورۂ بقرہ:۲۵۵/۲)

کون ہے جو اس کی اِجازت کے بغیر اس کی جناب میں (کسی کی) شفاعت کر سکے!۔

پندرھویں آیت : سورۂ طٰہٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَومَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهُ قَولاً o

(سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۰۹)

اُس دن (کسی کی) شفاعت کام نہ آئے گی، مگر جس کو خدا اِجازت دے اور اس کا بولنا پسند فرمائے۔

سولھویں آیت : سورۃ السبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ لاَ تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ o (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۰۹)

اور خدا کے پاس (کسی کی) شفاعت کام نہیں آئے گی، مگر جس کی نسبت وہ اِجازت دے۔

اِن آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اِجازت کے بغیر کوئی شخص شفاعت نہیں کرسکتا؛ لیکن پہلے ثبوت میں مبرہن ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمت کی شفاعت کی اِجازت مل چکی ہے؛ نتیجہ ظاہر ہے کہ قیامت میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے گنہ گار لوگوں کی شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت نافع ہوگی، اور گنہ گاروں کی بخشش ہوگی —سبحانہ جلّت کبریائہ—

چھٹواں ثبوت

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً رَّسُولاً يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ o

(سورۂ طلاق:۶۵/۱۱)

اللہ نے آگاہ کرنے کے لیے ایک پیغمبر تمہاری طرف اُتارا جو تم کو خدا کی کھلی

کھلی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تا کہ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

جس رسولِ معصوم ﷺ نے دنیا میں اَفرادِ اُمت کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لا کھڑا کر دیا اُس دوسرے عالم میں بھی ایسا کرنے پر قادر ہے؛ کیوں کہ یہ قوت آپ سے وہاں سلب نہیں ہوگی؛ پس وہاں تاریکی سے نکالنے کے کیا معنی ہیں؟ ایمان و عمل صالح کی صورت تو وہاں ہوگی نہیں؛ کیوں کہ ایمان حاصل ہوگا اور عمل کرنے کی وہ جگہ نہیں، بلکہ وہ تو دار الجزاء ہے؛ پس ناگزیر وہ جہنم اور سزا کے تاریک جہان سے نکال کر آپ جنت اور بخشش کی روشنی میں لائیں گے، اور اسی کا نام 'شفاعت کبریٰ' ہے۔

ساتواں ثبوت

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً o (سورۂ احزاب: ۷۱/۳۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

دوسری آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْأَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o (سورۂ نساء: ۱۳/۴)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلے گا اس کو اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

تیسری آیت سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَأَطِيْعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ o (سورۂ نور: ۵۶/۲۴)

اور رسول کا کہا مانو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

چوتھی آیت سورۃ الصّف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنجِيْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ، تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ o (سورۂ صف: ۱۰/۶۱)

مسلمانو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو (آخرت کے) دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) خدا اور اُس کے رسول پر اِیمان لاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فرمایا کہ رسول کی اِطاعت میں بڑی کامیابی ہے۔ دوسری آیت میں اُس بڑی کامیابی کی یہ شرح فرمائی کہ جو رسول کا کہا مانے گا ہم اس کو جنت میں داخل کریں گے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ رسول کا کہا مانو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور آخر میں صراحت فرمائی کہ رسول پر ایمان لانا موجبِ دفعِ عذابِ الیم اور ذریعہ نجات ہے اور یہی شفاعت ہے۔ جب رسول پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا ذریعہ نجات ہے تو آپ کی شفاعت اور اس کا نافع ہونا ثابت ہو گیا!۔

آٹھواں ثبوت

سورۃ الاحقاف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُم مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ o (سورۂ احقاف: ۳۱/۴۶)

اللہ کی طرف سے منادی کرنے والے (محمد) کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ
تا کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے اور (آخرت کے) دردناک عذاب سے تم
کو پناہ میں لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اِیمان لانا اور آپ کی اِطاعت کرنا اس بات کا سبب ہے کہ گناہ معاف ہوجائیں اور آخرت کے عذابِ دردناک سے چھٹکارا ہوجائے۔ رسول ﷺ کے شفیع المذنبین ہونے کی یہ کھلی دلیل ہے۔

نواں ثبوت

سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ اِنْ کُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ
ذُنُوْبَکُمْ o (سورۂ آل عمران:۳/۳۱)

(اے محمد!) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ
(بھی) تم کو دوست رکھے اور تم کو تمہارے گناہ معاف کردے۔

رسول ﷺ کا اِتباع موجب غفران ہے؛ لیکن یہ غفران دنیا میں تو ہے نہیں، کیوں کہ دنیا دارالجزاء نہیں ہے؛ پس ضرور ہے کہ یہ وعدہ عالم آخرت میں پورا ہو یعنی جن لوگوں نے دنیا میں کُلاً یا جزءً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِتباع کیا ہے، قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے اور عذابِ آخرت سے نجات دے۔ اور اس مضمون کی حدیث گزر چکی ہے کہ جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

دسواں ثبوت

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً o (سورۂ فرقان:۲۵/۲۷)

جس دِن نافرمان (مارے اَفسوس کے) اپنا ہاتھ کاٹے گا (اور) کہے گا: اے کاش میں (بھی) رسول کے ساتھ رستہ پکڑ لیتا۔

مطلب صاف ہے کہ اگر میں بھی رسول کا کہنا مان لیے ہوتا تو آج جس طرح اُمت محمدیہ نے جہنم سے نجات پائی، میری بھی بخشش ہوگئی ہوتی !۔

گیارہواں ثبوت

سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا o (سورۂ تحریم:۶۶/۸)

اُس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا، ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف چل رہی ہوگی، وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اس نور کو ہمارے لیے اخیر تک قائم رکھ اور ہم کو معاف فرما۔

قیامت میں نبی سے کسی گناہ وغیرہ کا کوئی مواخذہ تو نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ معصوم ہیں۔(دیکھئے چھٹواں مقدمہ) پس اس کے کیا معنی ہوں گے کہ خدا' نبی اور مسلمانوں کو رُسوا نہیں کرے گا، اور باایمان لوگ اس وقت دربارِ الٰہی میں اپنی بخشش کی دعا کریں گے کہ ہم کو بخش دے، اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ کے اِس فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے مصیبت خیز ہنگامے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے گناہوں کی مغفرت چاہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔گنہ گاروں کے کبائر اور صلحا کے صغائر معاف ہوجائیں گے۔

پس مومنین کا رسوائی سے بچنا تو کھلی بات ہے اور شفاعت کے مقبول ہوجانے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رُسوا نہ ہونے پائیں گے؛ کیوں کہ سفارش کا رد ہونا ہی بڑی رسوائی ہے۔

بارہواں ثبوت

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً ، وَّدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً o (سورۂ اَحزاب:۳۳/۴۵تا۴۶)

اے نبی! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پانچ خطابات عطا فرمائے ہیں۔

الف: **شاھد** ذاتِ باری، صفاتِ باری اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے والے؛ کیوں کہ اس وقت عرب جیسے ظلمت ناک ملک میں توحید اور وجودِ باری کے آپ ہی پہلے

شاہد یعنی گواہی دینے والے تھے۔

ب: **مبشر** یعنی مومنین کو خوشنودیِ باری تعالیٰ اور نعماے جنت کی خوشخبری دینے والے تھے۔

ج: **نذیر** یعنی کفار اور گنہ گارانِ اُمت کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے تھے؛ تا کہ معصیت اور کفر سے باز آئیں۔

د: **داعی الی اللّٰہ** یعنی تمام اہل عالم کو اللہ کے دین کی طرف بلانے والے تھے۔

ہ: **سراج منیر** یعنی روشن چراغ۔

لطیفہ

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آفتاب یا ماہتاب نہیں فرمایا؛ حالاں کہ چراغ سے وہ دونوں بہت زیادہ روشن ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند سورج کی روشنی اگر چہ نہایت تیز ہے؛ لیکن اُن سے روشنی کا حاصل کرنا ممکن نہیں کہ آفتاب جہاں غروب ہوا، پھر روشنی کی کوئی سبیل نہیں، بخلاف چراغ کے کہ ایک چراغ سے سیکڑوں ہزاروں چراغ روشن ہوتے ہیں کہ ایک چراغ بجھ گیا تو دَس باقی ہیں؛ پس شمس وقمر کی بہ نسبت‘ چراغ کے ساتھ رسول کی تشبیہ‘ کامل اور بہت موزوں تشبیہ ہے۔

منیر کے معنی روشن کے بھی ہیں اور روشن کرنے والے کے بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود روشن تھے، آپ میں کسی قسم کی تاریکی نہیں تھی اور دوسروں کو بھی روشن کرنے والے تھے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات جس طرح دنیا میں چراغ تھی، اسی طرح عالم آخرت میں بھی ہوگی۔ دنیا میں آپ کے شمعِ وجود کے نور نے ظلمتِ کفر و بدعت کو مٹا دیا۔

اس ایک روشن چراغ سے ہدایت کی ہزاروں شمعیں روشن ہوگئیں، جنھوں نے دنیا کے ہر ہر گوشے کو منور کر دیا۔ جب آپ کا ظاہری تعلق دنیا سے اُٹھ گیا تو چاند وسورج کی طرح یہ روشنی ہمیشہ کے لیے نہیں بجھی؛ کیوں کہ آپ سے ہزاروں دوسرے چراغ روشن ہو چکے تھے، جن کا نور قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ پس آپ کے چراغِ وجود سے یہ اِستفادہ دنیا میں تھا؛ مگر عقبیٰ چوں کہ دارالمکافات ہے؛ اس لیے وہاں اس چراغ سے نورِ ہدایت کا فائدہ نہیں ملے گا؛ سوا اس کے کہ روشنی میں نجات کا راستہ ملے اور عذاب کی تاریکی دفع ہو۔

چراغ کی اصلی غرض اور اہم مقصد یہ ہے کہ روشنی میں منزل مقصود تک پہنچ جائیں، تو دنیا میں آپ نے ہدایت کا رستہ دکھایا، اور آخرت میں نجات وفلاحِ اَبدی کا راستہ دکھائیں گے۔

تیرہواں ثبوت

سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَآمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْراً تَمْشُوْنَ بِہٖ وَیَغْفِرْ لَکُمْ o (سورۂ حدید: ۲۸/۵۷)

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ کہ خدا اپنی رحمت سے تم کو دوہرا حصہ دے، اور تم کو ایسا نور عنایت کرے جس میں تم چلو اور تمہارے گناہ معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نور، بخشش اور دوہرا حصۂ رحمت دینے کا وعدہ فرمایا ہے؛ پس ایک مغفرت تو ان گناہوں سے ہے جو انھوں نے اسلام سے پہلے جاہلیت میں کیے تھے اور

دوسری مغفرت ان گناہوں کی ہے جو اسلام میں سرزد ہوئے اور جو رسول کے اتباع و اِستغفار کی وجہ سے قیامت میں معاف ہوں گے۔

چودہواں ثبوت

سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً o (سورۂ فرقان:۱۷/۷۹)

عنقریب ہے کہ تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقامِ محمود میں پہنچائے گا۔

لفظِ عسیٰ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وعدہ آئندہ پورا ہوگا اور یبعث سے ظاہر ہے کہ یہ وعدہ قیامت سے متعلق ہے۔ محمود کے معنی ہیں ''جس کی حمد کی جائے'' پس کوئی شخص محمود نہیں ہوسکتا جب تک دوسرے اس کی حمد وتعریف نہ کریں۔

حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو اِنعام کے بعد ہو اور اس لیے حمد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت ہے؛ پس ثابت ہوا کہ مقام محمود وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم پر کوئی انعام واِحسان کریں گے اور اِنعام کے شکریے میں قوم آپ کی حمد وثنا کے گیت گائے گی۔

یہ کس قسم کا اِنعام اور کیا اِحسان ہوگا؟ تبلیغ دین اور تعلیم شریعت تو ہو نہیں سکتی؛ اس لیے کہ تبلیغ وتعلیم تو حاصل ہے؛ حالاں کہ **عسیٰ ان یبعثک** سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ اس مقام محمود میں پہنچائے گا یعنی جس چیز کی اِطلاع دی جاتی ہے وہ بشارت دینے کے وقت بالفعل حاصل نہیں ہے، اسی کو **تطمیع** کہتے ہیں، اور وہ حاصل ہے، اس کی بشارت دینی محال اور اَمر فضول ہے، پس اس انعام کا محل وقوع دنیا میں ہے؛ بلکہ ضرور ہے کہ یہ اِنعام جس کی وجہ سے آپ محمود ہوں گے بعد کو وقوع پذیر ہو اور سوائے شفاعت کے

یہ کوئی دوسرا اِنعام نہیں ہوسکتا!۔

عالم آخرت میں تبلیغ دین اور تعلیم شریعت کا وقوع محال ہے؛ کیوں کہ میدانِ حشر تبلیغ وتعلیم کا محل نہ ہوگا، نیز اس لیے کہ یہ خدمت آپ پہلے ہی انجام دے چکے ہوں گے۔

انعام کا مقتضا موقع وضرورت کے مطابق ہونا واجب ہے۔ یہ نہیں کہ اس وقت ضرورت تو ہے کھانے کی اور اِنعام میں دیا جائے کپڑا؛ پس ایسا انعام ’انعام‘ نہیں ہوسکتا۔

ہنگامہ قیامت میں گنہ گارانِ اُمت کا پریشان ومصیبت خیز مجمع ہوگا، وہاں اسی بات کی ضرورت ہوگی کہ گنہ گاروں کو عذابِ دوزخ سے رہا کرایا جائے اور اسی ضرورت کو آپ اپنی ’شفاعت کبریٰ‘ سے پوری فرمائیں گے۔

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ عذاب ومصیبت سے چھڑا دینا انسان کے حق میں سب سے بڑا انعام واحسان ہے، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنہ گارانِ اُمت کی شفاعت فرمائیں گے، شفاعت مقبول ہوگی، عذاب ان پر سے دفع ہوجائے گا اور اس نجات وفلاح پانے کے شکریے میں گنہ گاروں کی جماعت آپ کو سراہے گی اور اپنے شفیع کی بے اِنتہا شکر گزار ہوگی۔

یہ ہے ’مقام محمود‘ جہاں ہمارے شفیع المذنبین ﷺ کو اللہ نے پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

پندرہواں ثبوت

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ صَلِّ عَلَیۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ o (سورۂ توبہ:۹/۱۰۳)

اوران کو دعاے خیر دو، کیوں کہ تمہاری دعا ان کے لیے تسکین بخش ہے۔

اِس آیت میں پہلے تو یہ صراحت فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کے حق میں دعاے خیر کرنے کی اِجازت ہے، پھر اس بات کی خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا، مومنین کے لیے موجب تسکین ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعاے خیر کرنے کی اِجازت دی تو کیا یہ ممکن ہے کہ قیامت کے ہولناک میدان میں آپ اَپنی اُمت کے گنہ گار لوگوں کو مصیبت کے مارے حیران و پریشان دیکھیں اور دعاے خیر سے دریغ فرمائیں!۔

ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ (دیکھو مقدمہ ۷، ۸)۔ اور آپ گنہ گار اُمت کے حق میں دعاے خیر فرمائیں گے تو اس کا قبول ہونا بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی دعا کو موجب تسکین فرمایا ہے اور دعاے خیر کے قبول ہونے کا لازمی نتیجہ نجاتِ عاصی ہے، اسی کا نام 'شفاعت' ہے۔

سولھواں ثبوت

سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ ○ (سورۂ انفال: ۸/۳۳)

اور خدا ایسا نہیں ہے کہ ان لوگوں کو عذاب دے اس حالت میں کہ تم اُن لوگوں میں موجود ہو۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم فاسقوں پر اَپنا عذاب مسلط نہ کریں گے جب تک تم ان میں ہو یا تمہاری موجودگی میں ہم ان کو عذاب نہیں دیں گے۔

آیت میں دنیا و عقبیٰ کی شرط نہیں ہے، پس وہ اپنے عموم پر رسول کی شفاعت کو نہایت

واضح طور پر ثابت کرتی ہے۔ اور اگر اس کو دنیا کے ساتھ مقید کیا جائے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ ان فاسقوں کو عذاب نہیں دے گا جس میں خود رسول موجود ہوں تو بھی ظاہر ہے کہ آخر یہی رسول جس کا وجود دنیا میں مانع عذاب رہا ہے، آخرت میں بھی ہوگا۔ ورنہ مجھے بتایا جائے کہ وہاں خاص اپنی اُمت کے لیے مانع عذاب نہ ہونے کی کوئی وجہ!۔

پس ثابت ہوا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سراپا اور عین رحمت ہیں ان کا وجود ہی مانع عذاب اور دافع عقاب ہے۔ آپ جس گروہ میں رہیں گے اس پر عذاب نہ آئے گا؛ اگرچہ وہ عذاب کا مستحق ہی ہو۔

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمت کی بہبود کی حرص تھی۔ آپ اُمت پر نہایت ہی شفیق تھے۔ آپ قیامت میں ان کی مغفرت کی دعا کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ جو گنہ گارانِ اُمت آپ کے پاس پہنچ جائیں گے تو آپ کا وجود ہی نجات کا سبب ہوگا اور جو نہ پہنچ سکیں گے ان کے لیے آپ مغفرت کی دعا کریں گے۔ غرض آپ کی اُمت کا کوئی شخص جہنم میں باقی نہ رہے گا۔

اللھم صل علی محمّد و علیٰ آل محمّد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم.

سترہواں ثبوت

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً ○ (سورۂ نساء:۴/۶۴)

اور جب ان لوگوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اگر تمہارے پاس آتے اور خدا

سے معافی مانگتے اور رسول ان کی معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اِس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ گنہ گار اگر رسول کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ان کی معافی چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کے قصوروں کو معاف فرما دیتا۔

پھر یہی رسولِ معصوم قیامت میں بھی عصاۃِ مسلمین کی مغفرت چاہے گا تو وہاں معافی نہ ملنے کی کیا وجہ؟، اللہ کریم نے یہ تو نہیں فرمایا کہ دنیا میں رسول کا استغفار قبول کیا جائے گا اور آخرت میں کسی کی مغفرت کی دعا کریں گے تو قبول نہیں کی جائے گی!۔

اَٹھارہواں ثبوت

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ o (سورۂ آل عمران:۱۵۹/۹)

تو ان کے قصور معاف کرو، اور ان کے گناہوں کی مغفرت چاہو۔

پھر سورۃ النور میں فرماتا ہے :

أُولَـٰئِكَ الَّـذِيۡـنَ يُـؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ فَإِذَا اسۡتَأۡذَنُوۡكَ لِبَعۡضِ شَـأۡنِهِـمۡ فَـأۡذَنۡ لِّـمَـنۡ شِـئۡـتَ مِنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ o (سورۂ نور:۲۴/۶۲)

حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لیے تم سے اِجازت طلب کریں تو تم ان میں سے جس کو

چاہو اِجازت دے دیا کرو اور خدا کی جناب میں ان کے لیے مغفرت کی دعا بھی کرو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ الممتحنہ میں فرماتا ہے :

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئاً وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِيْ مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (سورۃ الممتحنۃ:۶۰/۱۲)

اے پیغمبر! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں، تم سے اس پر بیعت کرنی چاہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ دختر کشی کریں گی، اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان بنا کر کریں گی اور نہ نیک کاموں میں (جن کے کرنے کا تم حکم دو) تمہاری حکم عدولی کریں گی تو تم ان سے بیعت لے لیا کرو اور خدا کی جناب میں ان کی مغفرت کی دعا کرو، اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے تو یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا کرو، پھر یہ صراحت فرمائی کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے تو ضرور ہے کہ آنحضرت ﷺ جب گنہگارانِ اُمت کی بخشش کی دعا فرمائیں تو وہ قبول بھی ہو جائے؛ ورنہ یہ دعاے مغفرت کی ہدایت فضول ہو جائے گی اور اللہ کی ذات سے فضول کام کا صدور محال ہے۔

اور یہ ہدایت عام ہے، (اِس میں) دنیا وآخرت کی کوئی قید نہیں ہے کہ دنیا میں آپ کو اِستغفار کی اِجازت ہے اور آخرت میں آپ کی یہ عظمت سلب کر لی جائے بلکہ آخرت میں آپ کا اِستغفار زیادہ اہم ہوگا۔ کیوں کہ عصاۃِ اُمت کے لیے استغفار وشفاعت کا اصلی محل

آخرت ہی ہے۔

پس اب یہ اَمر بدیہی ہوگیا کہ آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گنہ گارانِ اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کا اِذن ہو چکا، آپ دعا فرمائیں گے، دعا قبول ہوگی، اور اُمت نجات پائے گی۔ فالحمد لرب العالمین والسلام علی شفیع المذنبین۔

لطیفہ

اِنجیل، توریت، زبور وغیرہ تمام صحائفِ اِنبیا میں سے کسی صحیفہ، کسی کتاب میں اِشارۃً بھی نہیں فرمایا گیا ہے کہ کوئی نبیؑ اُمت کے گنہ گاروں کی شفاعت کرے گا؛ البتہ قرآن مجید میں بعض انبیا کی نسبت (اِرشاد) ہوا ہے کہ ان سے لغزش ہوئی، انھوں نے خدا سے معافی مانگی، اور خدا نے معاف فرمادیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے :

وَ عَصٰی آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰی ، ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰی o (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۲۱،۱۲۲)

اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور بھٹک گئے، پھر ان کے پروردگار نے ان کو نوازا، اور ان کی توبہ قبول کی اور رستہ دکھایا۔

اَشاعرہ کی کتب عقائد میں حضرت آدم علیہ السلام کا نبی ہونا مسلم ہے۔ امام فخر الدین رازی نے رسالہ 'عصمت الانبیاء' میں آدم علیہ السلام کو نبی تسلیم کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ سورۂ ص میں فرماتا ہے :

وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعاً وَأَنَابَ، فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَى وَحُسْنَ مَآبٍ o (سورۂ ص:۳۸/۲۴،۲۵)

اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کو آزمایا تو انھوں نے اپنے پروردگار سے اِستغفار کیا اور سجدہ میں گر کر رجوع ہوئے تو ہم نے ان کو معاف کر دیا۔ اور ہاں ان کے لیے ہماری بارگاہ میں قربِ خاص اور (آخرت میں) اعلیٰ مقام ہے۔

اسی سورہ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَداً ثُمَّ أَنَابَ، قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ o (سورۂ ص:۳۸/۳۴)

اور ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پس سلیمان نے خدا کی جناب میں رجوع کیا (اور) دعا مانگی کہ اے پروردگار! میرا قصور معاف فرما۔

سورۃ الانبیاء میں حضرت ایوب علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے :

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ o (سورۂ انبیا:۲۱/۸۳،۸۴)

اور ایوب کو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی سن لی اور جو دکھ ان کو تھا اس کو دور کر دیا۔

اسی سورہ میں حضرت یونس ذوالنون علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے :

وَذَا النُّوْنِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِيْ الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ o (سورۂ انبیا:۲۱/۸۷)

اور ذوالنون کو یاد کرو جب وہ خفا ہو کر چل دیے، پھر ان کو واہمہ گزرا کہ ہم ان

پر قابو نہ پاسکیں گے تو اندھیروں کے اندر چلا اُٹھے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں تو ہم نے ان کی سن لی اور ان کو غم سے نجات دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيّاً ο (سورۂ مریم:۱۹/۴۷)

(ابراہیم نے) کہا تم پر سلام ہے، میں عنقریب اپنے پروردگار سے تمہاری مغفرت کی دعا کروں گا کہ وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔

حضرت ابراہیم کی یہ تمنا بر نہیں آئی؛ کیوں کہ ان کے باپ آذر مشرک تھے اور مشرک کی بخشش محال ہے۔ اسی امر کو اللہ تعالیٰ دوسرے مقام میں سورۃ التوبہ میں صراحت کے ساتھ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ο (سورۂ توبہ:۹/۱۱۴)

اور وہ جو ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی سو ایک وعدہ کی وجہ سے (مانگی تھی) جو ابراہیم نے اس سے کیا تھا، پھر ان کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو باپ سے دست بردار ہو گئے۔

سورۃ القصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ، قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ο (سورۂ قصص:۲۸/۱۵)

تو موسیٰ نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا، تو وہ لگے کہنے کہ یہ تو ایک شیطانی حرکت ہوئی، کچھ شک نہیں کہ شیطان دشمن کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔
(موسیٰ نے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تو میرا گناہ معاف فرما؛ چنانچہ خدا نے ان کا گناہ بخش دیا کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم سے سوال کرے گا کہ کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو خدا مانو۔

حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ خداوندا! تیری ذات پاک ہے، بھلا مجھ سے یہ کیوں کر ہوسکتا ہے، اور تو تو میرے دل کی بات جانتا ہے۔ پھر ڈرتے ڈرتے اپنی اُمت کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے :

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o (سورۂ مائدہ:۵/۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کرے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

اِن آیتوں سے ثابت ہوا کہ عالم آخرت میں کوئی نبی و مرسل اپنی اُمت کے لیے استغفار یا شفاعت کی جرأت نہ کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ جو کوئی کہہ سکے گا وہ اتنا ہی جتنا جنابِ مسیح بن مریم فرمائیں گے۔ 'اگر تو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور ان کو بخش دے تو تو غفور و عزیز ہے؛ لیکن یہ کوئی نافع دعا یا اِستغفار نہیں ہے۔

تو اُس بڑے مجمع قیامت میں صرف ایک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جو اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا؛ پس 'شفاعتِ کبریٰ' کا تاج آپ ہی کے سر پر ہوگا۔

اُنیسواں ثبوت

دسویں مقدمے میں ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ بخشنے والا اور گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے؛ ورنہ اللہ تعالیٰ کے اَسماے حسنیٰ رحمت، غفور، غفار، غافر، رحیم، کریم، عفو وغیرہ سب کو فرضی و بے معنی ماننا پڑے گا اور ایسا اعتقاد بھی صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ جب عام بندگانِ خدا اپنے غلاموں اور ملازموں کے گناہ وخطا معاف کر دیتے ہیں، اور معاف کر دینے سے لائق مدح وستائش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جو خود عفو وکرم کی تعلیم دینے والا ہے اس کو باوجود فاعل مختار و بے نیاز ہونے کے صفت غفاری سے الگ کر دینا اس کو مجبور سمجھنا ہے کہ وہ اپنے بے حقیقت محض بندوں کے گناہ بھی معاف نہیں کرسکتا! -نعوذ باللہ من ذالک-

جب خدا کا غفار الذنوب ہونا مسلم ہے تو قیامت میں گنہ گارانِ اُمت محمدیہ کی بخشش کا مسئلہ بھی صاف ہو گیا؛ لیکن کوئی کام بلا سبب نہیں ہوتا۔ عادتِ اللہ اسی پر جاری ہے کہ ہر اَمر کی کوئی نہ کوئی علت ہو؛ پس قیامت میں عاصیوں کے عفو جرائم کا بھی کوئی ظاہری سبب ہونا چاہیے۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں اپنی اُمت کے مقتدا و پیشوا تھے اور میدانِ حشر میں بھی اس صفت خاص کے ساتھ اُٹھیں گے؛ پس آنحضرت ﷺ کو جو روحانی لگاوٴ اپنی اُمت کے ساتھ رہا ہے اس پر لحاظ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کی اِجازت مل چکی ہے۔ (دیکھو پہلا ثبوت، سترہواں ثبوت اور اَٹھارہواں ثبوت) پس قیامت میں جدید اِذن کی ضرورت نہیں ہوگی۔

بیسواں ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی اُمت کی تکلیف ومشقت بہت شاق تھی۔ (دیکھوساتواں مقدمہ)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کی الفت اور اُن پر آپ نہایت شفیق ومہربان تھے۔ (دیکھوآٹھواں مقدمہ)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کی بہبود کی بڑی حرص تھی۔ (دیکھونواں مقدمہ)اللہ تعالیٰ میں صفت غفاری غالب اور وہ بڑا بخشنے والا ہے۔(دیکھودسواں مقدمہ)

جب یہ سب اُمور مسلم ہیں تو غور کرو کہ قیامت کا ہولناک ومصیبت خیز ہنگامہ ہے، گنہ گارانِ امت نہایت بے چارگی و پریشانی میں بدحواس مارے مارے پھرتے ہیں،اللہ قہار کے قہر کا خوف ایک طرف،جہنم کے گونا گوں عذابوں کا ڈر دوسری طرف،اور سب پر بالا اپنے گناہوں کی پشیمانی اور رُسوائی کا ڈر۔

ایسی مصیبت کے وقت میں کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت کی پریشانی کو ٹھنڈے دل سے دیکھیں گے اور آپ کی رأفت وشفقت کو ذرا بھی جنبش نہ ہوگی،دراں حالے کہ اُمت کی ذراسی تکلیف بھی آپ پر شاق گزرتی تھی۔

یقیناً ایسانہیں ہوگا،نہ ہوسکتا ہے،نہ ہونا ممکن ہے بلکہ آپ کی شفقت ورحمت کا مقتضا یہ ضرور ہوگا کہ اُمتِ عاصی کے حال پر رحم فرمائیں اور جنابِ باری تعالیٰ میں اس کی مغفرت کی دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو استغفار کی ہدایت کی ہے۔معصوم پیغمبر ﷺ کی دعا بے کار نہیں

جاسکتی۔ اللہ کی غفاری کی صفت اپنا جلوہ دکھائے گی۔ رحمت کا دریا جوش میں آئے گا، اور اُمت نجات کے گھاٹ اُترے گی۔

اللہ تعالیٰ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کے لیے اَسباب فراہم کر دیتا ہے۔اس لیے اِنسان کی جبلت میں یہ بات رکھی گئی کہ آپ اس اُمت پر شفیق ومہربان ہیں۔اس کی تکلیف آپ پر شاق ہو؛ تاکہ قیامت کے مصیبت خیز میدان میں آپ اُمت کی بدحواسی کو نہ دیکھ سکیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت کریں اور اس طرح اس کی غفاری کا ثبوت اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمالِ اعزاز تمام اگلے پچھلے لوگوں پر ظاہر ہوجائے۔ وما علینا إلا البلاغ المبین

المرقوم ۹ر ربیع الثانی ۔۔۔۔

مقام بارہ دری، سالار جنگ

حیدرآباد، دکن

صاحبانِ کتاب کا مختصر تذکرہ

۱ ابوالجلال مولانا محمد اعظم عباسی چریاکوٹی

مولانا محمد اعظم عباسی چریاکوٹی کی ولادت ۱۴؍صفر مظفر ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ آپ نجم العلماء مولانا محمد نجم الدین عباسی کے صاحب زادے ہیں۔ فاتح چریاکوٹ مخدوم زادہ قاضی اسماعیل حسن عباسی چریاکوٹی (۸۲۲ھ) تک آپ کا شجرۂ نسب یوں منتہی ہوتا ہے:

مولانا محمد اعظم عباسی چریاکوٹی ابن مولانا نجم الدین عباسی چریاکوٹی ابن مولانا احمد علی منطقی عباسی چریاکوٹی ابن مولانا غلام حسین عباسی چریاکوٹی ابن مولانا سعد اللہ عباسی چریاکوٹی ابن مولانا فیض اللہ عباسی چریاکوٹی ابن مولانا شکر اللہ عباسی چریاکوٹی ابن مولانا محمد مجتبیٰ عباسی چریاکوٹی ابن مولانا مفتی محمد یحییٰ عباسی چریاکوٹی ابن مولانا عبدالحق عباسی چریاکوٹی ابن مولانا حمید عباسی چریاکوٹی ابن مولانا ابراہیم عباسی چریاکوٹی ابن مولانا محمد راجی عباسی چریاکوٹی ابن مولانا محمد عباسی چریاکوٹی ابن مولانا محمد افضل عباسی چریاکوٹی ابن مولانا قاضی محمد نور عباسی چریاکوٹی ابن مولانا ابوالجلال مخدوم زادہ قاضی اسماعیل عباسی چریاکوٹی۔ (احسن الانساب بنوالعباس چریاکوٹ: ۶۵)

ابتدائی کتابیں مولوی دیدار علی سے گھر ہی پر پڑھیں، اس کے بعد اپنے چچا مولانا عنایت رسول، مولانا فاروق اور مولانا علی عباس چریاکوٹی سے دیگر علوم وفنون کی تعلیم پائی۔ ادیب بے مثال مولانا علی عباس چریاکوٹی کے ہمراہ حیدرآباد بھی گئے جہاں وہ بسلسلہ ملازمت رہتے تھے۔ قیامِ حیدرآباد کے زمانے میں مولانا علی عباس سے علم ادب کی تحصیل کی، پھر وہاں سے دہلی چلے آئے اور وہیں پر فن حدیث میں مہارت حاصل کی۔ علومِ نقلیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد رام پور آئے اور یہاں کے اساتذہ سے مثلاً علامہ عبدالعلی

رام پوری وغیرہ سے حکمت وفلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں لکھنؤ آ کر حکیم علی حسین لکھنوی سے فن طب حاصل کیا۔

علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل ہو جانے کے بعد بغرض تحصیل معاش حیدر آباد کا سفر کیا جہاں پہلے سے آپ کے چچا مولانا علی عباس ملازم تھے۔ یہاں آنے کے بعد حکومت حیدر آباد میں فوراً ملازمت مل گئی اور عرصہ دراز تک اس خدمت پر مامور رہ کر آخر میں پنشن کے ساتھ ریٹائر ہوئے اور چھیاسٹھ برس کی عمر میں ۱۴ر محرم ۱۳۳۲ھ/ ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۳ء میں اِنتقال کیا۔(۱)

شعر گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ جلالی تخلص رکھتے تھے۔ ایک دیوان بنام 'دیوانِ جلالی' آپ کی یادگار تھا۔ ڈاکٹر محمد ایوب انصاری صابر چریاکوٹی کے بقول علامہ کے دیوان کا ایک نسخہ زمانے سے اُن کے پاس پڑا ہے؛ لیکن جب ہم نے طلب کیا تو پتا چلا کہ کوئی لے کر چلا گیا یا کہیں خرد برد ہو گیا، بہر حال! ہم دیکھنے اور مطالعے سے قاصر رہے۔

مولانا کی شاعری کا معیار جاننے کے لیے میں کوئی تبصرہ کروں اس سے بہتر یہ ہوگا کہ مولانا احمد مکرم عباسی کا وہ تجزیہ نقل کر دوں جس میں انھوں نے آپ کی شاعری کو فردوسی کے ہم پلہ بتایا ہے، بلکہ اس سے بھی فائق تر۔ فردوسی کا شاہنامہ جو زبان دری کی بیش بہا کتاب سمجھی جاتی ہے، اس پر بہتیری کتابیں لکھی گئیں جیسے نظامی کا سکندر نامہ، محمد بخش تورانی کی صولت فاروقی، اور علامہ نجم الدین چریاکوٹی کی چار ضرب آئینی وغیرہ وغیرہ۔

فردوسی کا مشہور قطعہ ہے ؎

درختے کہ تلخ است وبرا سرشت — گرش در فشانی بباغِ بہشت

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں: نزہۃ الخواطر، حکیم عبدالحی رائے بریلوی: ۱۳۵۱۔ مطبوعہ دار ابن حزم...... سہ ماہی اسلام اور عصر جدید، نئی دہلی، جولائی ۱۹۷۳ء: ص ۹۰...... تذکرہ علماے اعظم گڑھ: ۲۵۵...... علماء العرب فی شبہ القارۃ الہندیۃ، شیخ یونس السامرائی: ۸۳۲ مطبوعہ وزارۃ الاوقاف العراقیہ۔ ۱۹۸۶ء۔

ورہانہ جوے خلدش بہنگام آب | بہ بیخ انگبیں ریزی و شیر ناب
سر انجام گوہر بکار آورد | ہماں میوۂ تلخ بار آورد

یہ قطعہ فردوسی کے منتخب اور مستثنیٰ کلاموں میں گویا لاجواب تسلیم کیا گیا تھا، بایں ہمہ ملا ہاتفی نے اس کے جواب میں یہ قطعہ لکھا ؎

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت | نہی زیر طاؤس باغِ بہشت
بہنگامِ آں بیضہ پروردنش | ز انجیر جنت دہی ارزنش
دہی آبش از کوثر و سلسبیل | درآں بیضہ دم دردمد جبرئیل
شود عاقبت بیضۂ زاغ زاغ | بردرنج بیہیدہ طاؤسِ باغ

اگرچہ ہاتفی کے کلام میں یہ خفیف سا دھبہ ہے کہ ہر شعر میں بیضہ کا اِعادہ کیا گیا ہے حالانکہ ضمیر کا اِیراد کافی تھا؛ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہاتفی کا قطعہ فردوسی کے قطعہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ پھر اس قطعہ پر ایک تیسرا قطعہ ہمارے والد ماجد علامہ محمد اعظم چریاکوٹی جلالیؔ نے تحریر فرمایا ؎

سروشِ از نہد پارۂ سنگ زشت | میانِ دلِ کان لعل بہشت
دمداندراں روحِ یاقوت ناب | کند پرورش تا اَبد آفتاب
نگردد خلافِ گہر تیرہ سنگ | درخشندہ رو لعل عناب رنگ

یہ قطعہ بھی فردوسی کے قطعہ سے کسی بات میں کم نہیں ہے۔ ہاتفی نے حیوانات کو اور علامہ جلالی نے جمادات کو لیا ہے جس میں مضمون کا زیر بحث پیدا کرنا بہت مشکل کام تھا۔(۱)

مصروف ترین زندگی گزارنے کے باوجود آپ نے حسب ذیل دینی وعلمی تصانیف یادگار چھوڑیں : رسالۃ فی المیراث، اِثبات الشفاعۃ ، بشاراتِ قرآنیہ ،نظام النحو ،نظام الصرف ، رسالۃ فی التصریف ، رسالۃ فی النحو ، کتاب الحیوان ،لغت ،عروج وہبوطِ قوم

---

(۱) حکمت بالغہ،(قرآن حکیم کی پیشین گوئیاں)۔ازمولانا احمد مکرم عباسی چریاکوٹی: ۲۵،مطبوعہ حیدرآباد

(فارسی قصیدہ)، تضمین غزل قدسی، دیباچہ حق العقائد، رسالۃ المثقال فی العروض۔ یہ عروض وقافیہ سے متعلق ہے، جسے ۱۳۰۲ھ میں سید علی بلگرامی کو مذہّب نقش ونگار کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ ۲۴/نومبر ۱۸۹۹ء، مطابق ۲۰/رجب ۱۳۱۷ھ یہ کتاب مولوی تصدق حسین کے کتب خانے میں محفوظ مل گئی تھی۔ یوں ہی 'رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ' کا ترجمہ بھی آپ کا عظیم کارنامہ ہے، جو نواب زین العابدین خان کی فرمائش پر معرضِ وجود میں آیا تھا، جس کی تکمیل کا سال ۳۰/اگست ۱۹۰۴ء بتایا گیا ہے۔ یہ ترجمہ کرم خوردہ ہوجانے کی وجہ سے دوبارہ اس کا آغاز ۲۳/مئی ۱۹۱۰ء کو کر کے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

ایک کتاب آپ نے 'تاریخ لکھنؤ' کے نام سے دو جلدوں میں تصنیف کی۔ ۲۹/رمضان ۱۳۱۴ھ/ ۴/مارچ ۱۸۹۷ء میں اس کا آغاز ہوا تھا۔ اس کا حصہ اول عہد برہان الملک سے اَمجد علی شاہ تک ہے، اور حصہ دوم واجد علی شاہ شہزادۂ عالم و برجیش قدر وزینت محل وتعلقہ داران واُمراے حکومت ودیگر حالاتِ متفرق وعمارات وصنائع ورسوم ومراسم وغیرہ کے بارے میں معلومات درج ہیں۔ دوسرا حصہ ۲۰/شوال ۱۳۱۹ھ، مطابق ۳۱/جنوری ۱۹۰۲ء کو مکمل ہوا تھا۔

مولانا عبدالاوّل جونپوری نے اپنی کتاب مفید المفتی میں 'تتمہ مفیدہ' کے تحت کچھ ایسی نابغہ روزگار شخصیات کا نام درج فرمایا ہے جن سے اُن کی جسمانی ملاقات اور روحانی موانست وتعلق قائم ہے، اور جن کے وجود سے چودھویں صدی کو بہت بڑا فخر واِعزاز حاصل ہے۔ ان میں مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی، مولانا ہدایت اللہ رام پوری، علامہ عبدالعلی آسی مدراسی وغیرہ کے ساتھ مولانا ابوالجلال محمد اعظم عباسی چریاکوٹی، اور صوفی ومنطقی مولانا محمد فاروق عباسی چریاکوٹی کے اسماے گرامی بھی درج ہیں۔ آگے ایک مقام پر آپ نے مولانا ابوالجلال محمد اعظم چریاکوٹی کو 'استاذی المکرّم' بھی کہہ کر یاد کیا ہے۔(۱)

---

(۱) مفید المفتی معروف بہ 'فقہ اسلامی' از: مولانا عبد الاول جونپوری: ۱۴۹، ۱۹۶۔ مطبوعہ کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، نئی دہلی۔

۲ مولانا احمد مکرم عباسی چریاکوٹی

ابوالجمال مولانا احمد مکرم عباسی' چریاکوٹ کے علمی چمنستان کے آخری گل سرسبد تھے۔ ۱۲۹۱ء میں چریاکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھر 'پکی حویلی' کے نام سے مشہور تھا، جس سے ناموارانِ وقت اور یگانۂ روزگار ہستیوں نے جنم لیا تھا۔ آپ جید عالم، ممتاز ادیب اور ماہر تاریخ داں ہونے کے ساتھ علوم عقلی پر بھی کامل عبور رکھتے تھے۔ خصوصاً چریاکوٹ کے خانوادۂ علمی کے مخصوص نصاب تعلیم سے - جو علم ہندسہ و ہیئت اور علم الارض والفلک پر مشتمل تھا - بہرہ مند تھے۔ آپ کے دور میں علما کے تمغۂ اِمتیاز میں جن علوم وفنون کو اہمیت حاصل تھی مولانا کو ان علومِ دینیہ وعقلیہ میں یدطولیٰ حاصل تھا۔

جیتا جاگتا علمی وفکری ماحول پایا تھا، والد محترم مولانا محمد اعظم چریاکوٹی نے آپ کی تربیت اور آپ کو جوہر قابل بنانے میں کوئی کسر روا' نہ رکھی۔ آپ نے علماے چریاکوٹ سے عموماً اور ارسطوے ہند مولانا عنایت رسول عباسی چریاکوٹی کی صحبت سے خصوصاً مدتوں فیض یاب ہونے کے بعد اپنی انتھک کوششوں سے اس خطہ زمین (چریاکوٹ) کی علمی وتاریخی وراثت کو اُجڑنے سے بچایا؛ مگر افسوس کہ آپ کے بعد اس خزانۂ علمیہ کا کوئی سچا رکھوالا اور اس ورثۂ تاریخیہ کو کوئی سنبھالا دینے والا نہ ملا جس کے باعث یہ لہلہاتا گلشن علم وکمال جلد ہی نذرِ خزاں ہوکر رہ گیا۔

آپ عارف باللہ، ولی کامل، عالم عامل مولانا محمد باقر عباسی چریاکوٹی (م ۱۳۰۸ھ) کے نواسہ تھے۔ والدہ ماجدہ زبیدہ خاتون بھی بڑی نیک پارسا اور خدارسیدہ تھیں۔ فضل وفراست، فیاضی وکرم نوازی اور دانائی وزیرکی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ ۱۴؍محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کو رات دس بجے سفر آخرت پیش آیا۔(۱)

(۱) کتاب الانساب قلمی، از مولانا احمد مکرم عباسی چریاکوٹی: ۴۷۔

۱۳۱۳ھ میں شاہِ دکن نظام الملک کے حکم سے ریاست حیدرآباد گئے، اور زمانے تک ریاست سے منسلک رہے۔ وہاں پر آپ مجلس اشاعت العلوم، دکن کے رکن رکین بھی تھے۔ شیخ الاسلام علامہ محمد انوار اللہ فاروقی، داغؔ دہلوی اور مولانا عبدالحلیم شررؔ لکھنوی سے خاص دوستانہ مراسم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا شرر نے 'تاریخ اسلام' کا خاکہ تیار کرنے میں مولانا موصوف سے خاص طور سے اِستفادہ کیا تھا۔

ایامِ ضعیفی میں حیدرآباد چھوڑ کر اپنے وطن چریاکوٹ آگئے، اور پھر کہیں قدم باہر نہ نکالا۔ ۱۹۲۳ء کے آس پاس مولانا تیندوا (☆) میں محمد مزمل عباسی دانشؔ چریاکوٹی وغیرہ کو درس دیا کرتے تھے، اور منتہی کتابیں تک پڑھاتے تھے۔ مولانا محمد مزمل کے بقول: 'چریاکوٹ میں عباسی خاندان کے کوئی ساٹھ گھر تھے، اور ہر ایک کی خصوصیت یہ تھی کہ ساٹھوں الگ الگ مضمون کا درس دیتے تھے'۔ درس سے جو وقت بچتا وہ تصنیف وتالیف کی نذر ہو جاتا۔ اور یہ سلسلۂ تصنیف آخری عمر تک جاری رہا۔ آپ کی بیشتر تصانیف تیندوا کے کنج خمولی ہی کی یادگار ہیں۔ آپ نے متعدد شاندار کتابیں چھوڑیں، جن میں بعض یہ ہیں :

حکمت بالغہ (تین جلدیں)، السمع الاسمع (غیر منقوط خطبہ)، چراغِ حکمت، خطبہ ایوبیہ، اعراب کی قسمیں، حمایۃ الصرف، حمایۃ النحو، ذکریٰ، نحوی، نحو منظوری، نحو منظوم، صرف منظوم، صرف منظوم مع شرحِ معلوم، القافیۃ فی مختصر الکافیہ، حیات الخضر، کرامۃ اللطائف، الاخلاق، تاریخ مکرم، تذکرۃ العلماء، الفیضان فی تراجم العلماء والاعیان، کتاب الانساب، تحفۃ الاحباب، رحل الغناء، بارہ امام، دم چار یار، اثباتُ الشفاعہ، نزول الرحمۃ فی اتفاق الائمہ، نکاح

☆ مولانا کی تصانیف میں سے اکثر کتابیں میری تحویل میں ہیں، کچھ تو کافی خستہ ہیں اور کچھ کام کے لائق۔ ان میں سے اکثر کی کمپوزنگ ہوگئی ہے، تحقیق وتحشیہ کا کام جاری ہے۔ یوں ہی دیگر علمائے چریاکوٹ کی تصانیف کو بھی تسہیل وتجدید کا جامہ پہنا کر جلد ہی کئی ضخیم جلدوں میں منظر عام پر لانے کا اِرادہ ہے۔ اللہ اس علمی مہم کو ہمارے لیے آسان بنائے۔ -قادری چریاکوٹی-

جعفر و عباسہ کی تحقیق، حلق لحیہ کے مباحث، المُشتبہات (جلد اوّل)، رسالہ شطرنج، المعرب فی القرآن (چار قسطیں)، سبحۃ المرجان پر نقد و نظر، خونِ جگر اور مطلع نور (فارسی مجموعہ ہاے غزل)۔

مولانا کی علمی عبقریت اپنے اقران و اماثل میں فقید النظیر سمجھی جاتی تھی۔ آپ مشرقی زبانوں کے مزاج و آہنگ اور ان کے اسلوب و طرز نگارش کے اَدا شناس ہی نہ تھے بلکہ ان زبانوں پر آپ کو خداداد ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپ اپنے دور کے علما و صوفیہ اور اکابرین علم کے بڑے معتقد اور ان کے کارناموں کے زبردست معترف تھے۔ الغرض! مولانا کی ذکاوتِ علمی، ثقاہت شعری اور ذہانت لسانی نے قدیم علوم و فنون کے بہت سے گوشوں کو روشن کیا ہے۔

آپ کے تلامذہ و مسترشدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جس نے علوم دینیہ کی خوشبو اَقطاعِ عالم میں پھیلائی اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ کے اسباب بہم پہنچائے۔ چریا کوٹی عوام میں آپ سے اِستفادہ کرنے والے کم اور باہر سے آکر تشنگی علم بجھانے والوں کی تعداد زیادہ تھی؛ اس لیے آپ مستفیدین علم و ہنر کے فروغ میں دور دراز علاقوں میں پھیل گئے، اور اِدھر نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے جب قصبہ چریا کوٹ میں کوئی آپ کی علمی وراثت کو آگے بڑھاوا دینے والا نہ رہا، تو یہاں کے علمی مذاق کو بری طرح متاثر ہوتے دیکھ کر آپ نے مجبوراً اپنی ساری کتابوں کے مسودے خاندان کے دیگر علما و مشائخ کی تصانیف کے ساتھ 'دائرۃ المعارف العثمانیہ' حیدرآباد کی تحویل میں دے دیے۔ کتابوں کا پارسل بنانے والوں میں آپ کے قریبی عزیز و شاگرد محمد مزمل عباسی بھی شامل تھے۔

مفتی محمد اسلم صاحب دائرۂ شاہ اجمل الہ آباد کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ سر شاہ سلیمان نے ان کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا تھا؛ لیکن کسی وجہ سے شائع نہ ہوسکیں؛ مگر اس کے بعد بھی بہت سی کتابیں کئی الماریوں میں بچ رہی تھیں، جنھیں دیکھنے والی کچھ آنکھیں آج بھی زندہ ہیں؛ مگر اُن کی خاطر خواہ حفاظت کا سامان نہ کیا گیا اور آپ کے بڑے داماد – جو رشتے میں آپ کے ماموں زاد بھائی بھی ہوتے تھے – کی بد اِنتظامی یا نااہلی کی وجہ سے وہ

سارے گراں مایہ ذخیرہائے کتب کوڑا کرکٹ کا ڈھیر یا دیمکوں کا رزق بن کر رہ گئے۔ الغرض! مولانا کے نجی کتب خانے کی بربادی کی داستان بہت ہی اندوہ ناک اور ایک زبردست ثقافتی سانحہ ہے جسے بیان کرتے ہوئے آنکھیں فرطِ غم واَلم سے بھیگ جاتی ہیں۔(۱)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں، اور اولاد ذکور میں آپ کا حصہ نہ رکھا۔ فیوضاتِ کامل نعمانی ولید پوری کے عظیم وارث وقاسم اور چریاکوٹ کے معروف روحانی پیشوا مولانا قاضی عبدالاحد ولید پوری ثم چریاکوٹی معروف بہ حدن شاہ سے بھی آپ کی ایک دختر منسوب تھیں، اس طرح آپ آسمانِ ولایت کے تاجدار چراغِ ربانی حضرت مولانا کامل نعمانی علیہ الرحمہ کے سمدھی ہوئے۔

۱۳۷۱ھ، مطابق ۱۹۵۲ء میں فضل وکمال کا یہ نیرتاباں' علم وآگہی کی فیض بخش مجلسیں سونی کر کے اور چریاکوٹ کی رہی سہی علمی رمق لے کر ہمیشہ کے لیے غروف ہوگیا۔

اللہ اُن کی قبر کو بقعہ نور بنائے، ان کی خدمتوں کا انھیں بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے، اور اُن کے باقیات صالحات کو ان کے لیے ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

[یہ دونوں تذکرے میری زیرترتیب کتاب '**تذکرۂ علماے چریاکوٹ**' سے ملخصاً ماخوذ ہیں]

---

(۱) جب مجھے معلوم ہوا کہ علماے چریاکوٹ کی بیشتر تصانیف دائرۂ معارف عثمانیہ حیدرآباد میں منتقل کردی گئی ہیں تو میں نے حیدرآباد کا ایک سفر خاص اسی مقصد کے لیے کیا؛ مگر افسوس وہ کتابیں ماہ وسال کی گرد میں چھپ چکی ہیں، امتدادِ زمانہ نے ان کے نام ونشان تک مٹا دیے ہیں، اور سارے رجسٹروں کی کئی گھنٹے کی تلاشی کے بعد علماے چریاکوٹ کی کوئی ایک کتاب بھی ہاتھ نہ لگی۔ افسوس کہ جس مقصد کے لیے مولانا نے یہ کتابیں دارالعلم چریاکوٹ سے منتقل کروادی تھیں وہاں بھی تحفظ کے ہاتھ ان کو ضائع ہونے سے بچا نہ سکے ؎

چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا ☆ شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

ہاں جامعہ عثمانیہ کی لائبریری سے مولانا عنایت رسول عباسی چریاکوٹی کی مشہور ومعروف ضخیم کتاب 'مقولاتِ عضدیہ' کا الیکٹرونک نسخہ حاصل کرنے میں ضرور کامیابی ملی۔ -قادری چریاکوٹی-

Concept of Intercession
(Based on Qur''anic Verses)

مسئلہ شفاعت جمہور مسلمانوں کا وہ متفقہ عقیدہ ہے جو متعدد قرآنی آیات، متواتر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں شامل ہے، مگر اس وقت جہاں اہل سنت وجماعت کے دیگر معتقدات ومسلمات کو دائرہ تشکیک میں لا کھڑا کیا گیا، وہیں امر شفاعت پر بھی اہل ایمان کے یقین کو متزلزل کرنے کی بے تکان کوششیں جاری ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلے میں ایک عیسائی پادری نے حیدرآباد کے اہل علم کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تم شفاعت محمدی کے قائل ہو تو اس کا ثبوت آیات قرآنی سے پیش کرو۔ جب یہ بات ابو الجلال مولانا محمد اعظم چریاکوٹی کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فوراً چیلنج قبول کیا اور محض آیات قرآنیہ سے شفاعت کو اتنے مدلل انداز میں پیش کیا کہ پادری کو اقرار کے علاوہ فرار کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ ازاں بعد آپ کے صاحبزادے مولانا احمد مکرم چریاکوٹی نے مزید چند آیات سے اس مسئلے کو اور بھی منقح کر دیا، ساتھ ہی عصمت انبیا پر بھی آیات بینات کی روشنی میں ایک جاندار اور سیر حاصل بحث پیش کی۔ مسئلہ شفاعت پر حاشی کی محدثانہ کاوشیں بڑی وقیع ہیں، جن میں مصنف علام نے بیسیوں آیات سے اچھوتے انداز میں شفاعت مصطفوی کو ثابت کرنے کی سعی مشکور کی ہے جس کی طرف عموماً اہل علم کی توجہ نہیں ہوئی۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کتاب اپنے موضوع پر اکلوتی قرار دی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس کتاب میں اہل علم کے لیے دلچسپی کے بہت سے عنوانات ہیں۔ علامہ موصوف کے شیخ وقار نے جا بجا جو علمی جواہر پارے رولے ہیں، اور عقلی ونقلی دلائل کی نہریں بہائی ہیں، امید ہے اہل علم وکمال ان سے خاصے محظوظ ہوں گے۔

محمد افروز قادری چریاکوٹی

SUNNI PUBLICATIONS
2818/6, Gali Garahiya, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi- 110002
Mob.:9867934085
Email: zubair006@gmail.com

KAMAL BOOK DEPOT
MADRASA SHAMSUL ULOOM
GHOSI, Distt. MAU, (U.P)
Cell: 9935465182